۱۹

ششماہی کتابی سلسلہ

قندیلِ سلیمان

جولائی تا دسمبر ۲۰۱۸ء

نظامیہ دارالاشاعت خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علی مکھڈی ؒ ۔ مکھڈ شریف (اٹک)

بہ فیضان
حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

بہ یادگار
حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ

علم و عرفاں کا ترجماں

ششماہی کتابی سلسلہ

قندیلِ سلیمان

جولائی تا دسمبر ۲۰۱۸ء
شمارہ: ۱۹

نظامیہ دار الاشاعت
خانقاہِ معلیٰ حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڈی۔ مکھڈ شریف۔ اٹک

ہدیہ: سالانہ: ۷۰۰ روپے فی شمارہ: ۳۵۰ روپے

رابطہ: مدیران: 0343-5894737 / 03468506343 / 03335456555

e-mail: sajidnizami92@yahoo.com

فہرستِ مندرجات

☆☆☆☆

اداریہ

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تین عاداتِ مبارکہ تھیں۔ مہمان آتا تو اس کو شہد کھلاتے، غربا و مساکین کو کپڑے عطا فرماتے، مسجدوں میں چراغ بھیجا کرتے۔

آپ کے مقربین نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا: مہمانوں کو شہد اس لیے کھلاتا ہوں کہ جب ان کا منہ اور گلا شیریں ہوگا تو میرے حق میں دُعا کریں گے اور میں وقتِ موت نزع کی تلخی سے محفوظ رہوں گا۔ دوسری بات: غربا و مساکین کو لباس اس لیے مہیا کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے دُعا کریں کہ قیامت کے دِن جب مخلوق برہنہ ہوگی تو اللہ تبارک و تعالیٰ میری پردہ پوشی فرمائیں گے۔ تیسری بات: مسجدوں میں چراغ اور قندیلیں بھیجنے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری تاریک قبر کو اپنے لطف و عنایت سے روشن فرمادیں اور میں تنگ و تاریک قبر میں بغیر چراغ کے نہ رہوں۔

سرخیلِ اولیا کی عادات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ صوفیا نے انھیں عادات کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔ اور تعمیر انسانیت میں اہم کردار ادا کیا۔ آج کا معاشرہ تربیت سے عاری ہے۔ تعلیم تو ہے تربیت ندارد۔ بے رہروی نے بے قراری کو جنم دیا ہے۔ جسم و روح کی اس جنگ میں روح کی پژمردگی دیکھی نہ جائے۔ ہم اگر تعلیماتِ اسلام کی پیروی میں اپنے شب و روز بِتائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ناکامی و نامرادی ہمارا مقدر ٹھہرے۔

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان ہونا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

اور بقولِ غالبؔ

بسکہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

○

قندیلِ سلیماں کے نام سے جولائی ۲۰۱۳ء سے ایک سہ ماہی سلسلہ کا آغاز کیا گیا تھا۔ اس میں صوفیا کے تذکرے، تعلیمات اور ان کی تربیتی حوالوں سے خدمات پر تحقیقی و تنقیدی کام پیش کیا گیا۔ مجلّہ کے صوری و معنوی خدوخال اور قد و قامت میں بہتری کے لیے اسے ششماہی کر دیا گیا ہے۔

زیرِنظر شمارے میں قارئین کے ذوقِ تحقیق کی سیرابی کا ساماں مہیا کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ مقالہ نگاروں میں ڈاکٹر عارف نوشاہی، ڈاکٹر معین نظامی، حسن نواز شاہ، عشرت حیات خان، یاسر اقبال اور محمد ریاض بھیروی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں امام حارث المحاسبیؒ کے ''رسالہ المسترشدین'' کا ترجمہ جناب عطاء المصطفیٰ کے قلم سے اور پروفیسر انور بابر کا سفرنامۂ حج ''انوار الکریمین'' کے عنوان سے شامل ہے۔ ''حدیقۂ شریعت'' میں علامہ بدیع الزماں نوریؒ کی فکر انگیز تحریر شامل ہے۔

ہم تمام مقالہ نگاروں کے شکرگزار ہیں کہ انھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہمیں اپنے مقالات سے نوازا۔ امید ہے کہ آئندہ بھی ان تمام حضرات کا علمی و تحقیقی تعاون حاصل رہے گا۔

مدیر

حمد

مومن خان مومن

کیوں شکر کریں نہ آلِ داؤد
افسونِ شہنشہی سکھایا

اللہ رے تیری بے نیازی
یعقوب کو مدتوں رُلایا

یُوسف سے عزیز کو کئی سال
زندانِ عزیز میں پھنسایا

یاں شعلے کو سرکشی کی کیا تاب
ابلیس کو خاک میں ملایا

اللہ! غمِ بتاں میں یک چند
بے فائدہ جان کو کھپایا

یہ عشق وہ بد بلا ہے جس نے
ہاروت کو چاہ میں پھنسایا

کرتے رہے شکرِ بختِ بیدار
ساتھ اپنے صنم نے گر سُلایا

کتنی ہی قضا ہوئی نمازیں
پر سر کو نہ پاؤں سے اُٹھایا

آیا نہ کبھی خیال حج کا
تلوا سو بار گر کھُجایا

نیت ہی تھی توڑنے کی گویا
گر اُس نے نماز میں ہنسایا

افسوس! شکستِ صوم یک سُو
صد شکر کہ اس نے ساتھ کھایا

اللہ مرے گناہِ بے حد
وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا

وہ عشق دے جس کا نام اسلام
وہ شیوہ نبی نے جو بتایا

مجھ کو بھی بچا لے جیسے تو نے
یوُسف کو گناہ سے بچایا

وہ رفعتِ حال دے کہ جس نے
منصور کو دار پر چڑھایا

مؤمن کہے کس سے حال آخر
ہے کون ترے سوا خدایا!

☆☆☆☆☆

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

افتخار عارف

مدینے کی طرف جاتے ہوئے گھبرا رہا تھا
جلال ایسا کہ دِل سینے سے نکلا جا رہا تھا

مثالِ فردِ عصیاں تھی کتابِ عمرِ رفتہ
کوئی مجھ میں تھا جو صفحے اُلٹتا جا رہا تھا

بلاوے پر یقیں تھا اور قدم اُٹھتے نہیں تھے
عجب سیلِ اَلم آنکھوں میں اُمڈا جا رہا تھا

ہر اِک بولا ہوا جملہ ، ہر اِک لکھا ہوا لفظ
لہو میں گونجتا تھا اور قیامت ڈھا رہا تھا

اور ایسے میں اُسی اِک نام نے کی دستگیری
وہی جو منتہائے ہر دُعا بنتا رہا تھا

بہت نامطمئن آنکھیں اچانک جاگ اُٹھیں
کوئی جیسے دلِ کم فہم کو سمجھا رہا تھا

مدینہ سامنے تھا، منتظر تھا در سخی کا
دلِ آزردہ اپنے بخت پر اِترا رہا تھا

دُعا بعد از دُعا ، سجدہ بہ سجدہ ، اَشک در اَشک
میں مشتِ خاک تھا اور پاک ہوتا جا رہا تھا

☆☆☆☆

منقبت حضرت خواجہ غلام نظام الدین خان تونسویؒ

صوفی عبدالرحیم امداد امرتسری

کیا لکھوں میں شانِ اُو خواجہ نظام الدینؒ کی
ہے جو شہرت چار سُو ، خواجہ نظام الدینؒ کی

دیکھو صورت خندہ رُو، خواجہ نظام الدینؒ کی
کاملوں کی جُستجو ، خواجہ نظام الدینؒ کی

خواجۂ اجمیر و قطب الدینؒ کے محبوب ہیں
ساری باوا جیؒ کی خُو ، خواجہ نظام الدینؒ کی

کامیابی کے لیے پڑھ صبح دم یہ منقبت
با وضو ہو قبلہ رُو ، خواجہ نظام الدینؒ کی

کلمۂ توحید ہو لب پر دمِ آخر میرے
اور صورت رُو برو ، خواجہ نظام الدینؒ کی

اس غلام امدادؔ کی امداد کیجو اے خدا
بس طفیل اس ماہ رُو ، خواجہ نظام الدینؒ کی

☆☆☆

مخطوطات فارسی کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈی

(ذخیرۂ مولانا احمد الدین مکھڈی) مکھڈ، ضلع اٹک

ڈاکٹر عارف نوشاہی☆

کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈی

یہ کتب خانہ حضرت مولا نا محمد علیؒ مکھڈی (۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ء بٹالہ (امرتسر) ۲۹ رمضان المبارک ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء مکھڈ) کے نام نامی سے منسوب ہے۔ اس کی خشت اوّل انھوں نے ہی مکھڈ، ضلع اٹک میں قائم کردہ اپنی مسجد میں رکھی تھی۔ مولاناؒ کے وصال کے بعد ان کی اولاد امجاد اور صاحبِ ذوق خلفا اس کتب خانے کی حفاظت اور توسیع کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ چنانچہ مولاناؒ کے پہلے خلیفہ مولانا حافظ عابد جی مہارویؒ اور دوسرے خلیفہ حضرت مولانا زین الحق والدینؒ مکھڈی (وفات: ۱۸۷۸ء) نے مزید کتابیں جمع کیں۔ اپنی درسگاہ کے طلبہ سے مخطوطات کی نقول تیار کروائیں۔ سمرقند و بخارا سے آنے والے طلبا اپنے ساتھ کتب لاتے اور حضرت زین الحق والدینؒ کو تحفتہً پیش کرتے۔ مکھڈ سے جو تجار وسطی ایشیا تجارت کے لیے جاتے ان کے ہاتھ بھی کتب منگوائی جاتیں۔ حضرت زین الحق والدینؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے نواسے حضرت مولانا غلام محی الدین احمدؒ (وفات: ۱۹۲۰ء) سجادہ نشین ہوئے۔ انھوں نے بھی مدرسہ اور کتب خانے کو بہت ترقی بخشی۔ حضرت غلام محی الدین احمدؒ کے تین صاحبزادے تھے:

۱. حضرت مولانا محمد احمد الدینؒ مکھڈی (وفات: ۱۹۶۹ء)

۲. حضرت مولانا محمد الدینؒ مکھڈی (وفات: ۱۹۷۵ء)

۳. حضرت مولانا غلام زین الدینؒ مکھڈی ثم ترگوی (وفات: ۱۹۷۸ء)

تینوں حضرات صاحب علم وفضل اور مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد الدینؒ اور حضرت مولانا غلام زین الدینؒ نے اپنے مطالعہ کے لیے جو کتابیں بہ شمول مخطوطات، اپنے جدّی کتب خانہ سے لیں۔ وہ اب ان حضرات کے الگ الگ قائم کردہ نجی کتب خانوں کی زینت ہیں۔

ذخیرۂ مخطوطات اور اس کی فہرست سازی

اس کتب خانے میں بارہ سو (۱۲۰۰) کے قریب عربی، فارسی اور پنجابی قلمی نسخے ہیں۔ ان مخطوطات کی ابتدائی نا

☆ ادارۂ معارف نوشاہیہ، ۶۹ ماڈل ٹاؤن، ہمک، اسلام آباد

(arifnaushahi@gmail.com)

مکمل فہرست ایک رجسٹر ڈ میں محفوظ ہے۔ باقاعدہ فہرست نویسی کا کام گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، اٹک کے کتاب دار نذر صابریؒ (۱۹۲۳ء-۱۱دسمبر۲۰۱۳ء) نے ۱۹۶۶ء میں شروع کیا۔ان کی تیار کی گئی فہرست ایک مخصوص رجسٹر میں درج ہے جس میں نمبر 3584 تا3894 فارسی مخطوطات کا اندراج ہے۔نذ صابری کی مرتب کردہ مختصر فہرست مخطوطات فارسی کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈی مجلس نوادراتِ علمیہ، اٹک سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی (۱۶صفحات)۔یہ ۲۳۴ فارسی مخطوطات کی مختصر اور نامکمل فہرست ہے۔

۱۹۷۵ء میں ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد سے وابستہ جناب خطیب رحمانی نے اپنے ادارے کے ایک پراجیکٹ کے لیے اس کتب خانے کی فارسی، عربی اور پنجابی مخطوطات کی فہرست تیار کی جس میں کتب خانہ کے ۶۳۱ مخطوطات شامل کیے گئے۔

کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کے ایرانی کتاب دار محمد حسین تسبیحی نے مکھڈ کا سفر کیا اور وہاں کتب خانہ، خانقاہ اور مدرسہ دیکھا۔کتب خانہ کے ۴۲ اہم مخطوطات، فارسی کتبات اور خانقاہ میں دیگر مشاہدات کا احوال کتاب خانہ ہائی پاکستان (اسلام آباد، ۱۹۷۷ء) جلد اوّل، صفحات ۶۷-۷۳ بیان کیا۔

کتب خانہ گنج بخش کے ایرانی فہرست نگار احمد منزوی (۱۹۲۵-۲۰۱۵ء) کی مرتب کردہ فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان (اسلام آباد: ۱۹۸۳ تا ۱۹۹۷ء) کے لیے ملک محمد اقبال مرحوم (پروفیسر اسلامیات گورنمنٹ کالج، راول پنڈی، مرتب رسالۂ قدسیہ خواجہ محمد پارسا) نے کتب خانہ محمد علی مکھڈی کے فارسی مخطوطات کی فہرست تیار کی جو فہرست مشترک کی چودہ جلدوں میں اپنے موضوع کے لحاظ سے جا بجا منتشر ہے۔

ڈاکٹر احمد خان نے فهرس المخطوطات العربيه الاسلاميه في باكستان جز اول (۱۹۹۷ء) میں اس کتب خانہ کے اہم عربی مخطوطات کو شامل کیا۔انھوں نے مكتبة المدرسه العالية للمولوى محمد علي (احمد الدين) بمكهد، باكستان کے ۲۶ مخطوطات،[مكتبة المدرسه العالية للمولوى محمد علي (محمد الدين) بمكهد، باكستان] کے ۲۸ مخطوطات اور[مكتبة المولوى محمد علي مكهدى(مولوى زين الدين) ترک[ترگ] مقاطعة ميانوالي ، باكستان] کے ۴ مخطوطات شامل کیے ہیں۔

کتب خانے کے ۲۷ پنجابی خطی نسخوں کی مفصل فہرست ''کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈی کے پنجابی خطی نسخے'' کے عنوان سے ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے تیار کی، جو الخیر یونیورسٹی کے تحقیقی مجلّہ ''تحقیقی زاویے'' شمارہ:۴، جولائی۔دسمبر ۲۰۱۴ء ''میں شائع ہوئی۔

اہم مخطوطات سے اعتنا

ربیع الاول ۱۴۰۱ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۸ء میں جناب نذر صابری نے کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈیؒ کے ایک اہم فارسی خطی نسخہ غایۃ الامکان فی معرفتہ الزمان والمکان کو مبسوط مقدمہ کے ساتھ ''مجلس نوادرات علمیہ، اٹک کے زیر اہتمام شائع کیا۔ یہ نسخہ ساتویں صدی ہجری کے شیخ تاج الدین محمود بن خداداد اشنوی کی تصنیف ہے۔

نذر صابری صاحب نے کتب خانہ کے ایک اور اہم فارسی مخطوطہ منہج الرشاد لنفع العباد تصنیف شیخ زین الدین الخوافی ہروی سہروردیؒ کو مرتب کیا، جو مجلسِ نوادراتِ علمیہ، اٹک سے ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا۔ یہ نسخہ ۸۳۸ھ میں مصنف کے حین حیات کتابت ہوا ہے اور منہج الرشاد کے معلوم نسخوں میں سے قدیم ترین ہے۔

(دیکھیے: محمد ساجد نظامی، کتب خانہ مولانا محمد علیؒ مکھڈی ، قندیل سلیمان، مکھڈ، شمارہ ۱۱، (جولائی تا ستمبر ۲۰۱۶ء) صفحہ ۴۶-۵۴)

زیر نظر فہرست مخطوطات

راقم الحروف کو پہلی بار ۹ جون ۲۰۱۲ء کو مکھڈ جا کر یہ کتب خانہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں ان ایام میں فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان پر کام کر رہا تھا جس میں توجہ اور ترجیح پاکستان کے نجی کتب خانوں میں محفوظ فارسی مخطوطات کے کوائف شامل کرنا تھا۔ اگرچہ منزوی صاحب کی فہرست میں کتب خانہ مکھڈ کے فارسی مخطوطات کے کوائف آ چکے تھے لیکن میں اپنے انداز سے کام کرنا چاہتا تھا۔ یہ کام مکھڈ میں کچھ عرصہ مقیم رہ کر یا وہاں کا بار بار سفر کر کے ہی انجام پا سکتا تھا جو میری ملازمت پیشگی کے باعث ممکن نہ ہو سکا اور میری مذکورہ فہرست ،مکھڈ کے مخطوطات کے کوائف کے بغیر ہی چار جلدوں میں ۲۰۱۷ء میں تہران سے شائع ہو گئی۔

۲۰۱۸ء میں اس کتب خانے کے موجودہ مہتمم ڈاکٹر محمد ساجد نظامی صاحب جب شعبۂ اردو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد میں جز وقتی تدریس کے لیے وابستہ ہوئے تو وہ ہفتے میں ایک بار مکھڈ سے اسلام آباد کا سفر کرتے۔ میں نے ان سے فہرست نویسی کی دیرینہ خواہش کا اظہار کیا اور تجویز پیش کی کہ وہ ہر ہفتے مکھڈ سے کچھ نسخے اسلام آباد لے آیا کریں تو میں ساتھ ساتھ فہرست نویسی کر لوں گا۔ لیکن انھوں نے نسخوں کی حفاظت اور سفر کے دوران ناگہانی ممکنہ خطرات کے پیش نظر اس تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ جس میں وہ حق بجانب تھے۔

اب انتقالِ معلومات کے لیے جو جدید وسائل سامنے آ چکے ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے ڈاکٹر نظامی صاحب کو متبادل تجویز دی کہ وہ فارسی نسخوں کے اول و آخر سے کچھ تصاویر اسکین کر کے بذریعہ ایمیل بھیج دیا کریں۔ ان تصاویر کی مدد سے میں فہرست نویسی کر لوں گا۔ اس تجویز سے انھوں نے اتفاق کیا اور ۶ جولائی 2018 کو ان کی طرف سے عکسیات کی ترسیل شروع ہوئی۔

نسخے کو براہ راست دیکھ کر، اسے ہاتھ میں پکڑ کر اور چھو کر فہرست کے لیے جو مواد حاصل کیا جا سکتا ہے وہ اس

کے اوّل و آخر کے دو چار اوراق کی محض تصویر دیکھ کر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔کسی مخطوطہ کے بالاستیعاب مطالعہ ہی سے اس کے بارے میں درست اور جامع معلومات دی جاسکتی ہیں۔مخطوطے کا کاغذ،جلد، آگے پیچھے کے اضافی اوراق پر یادداشتیں اور مُہریں اس کی عمر اور قدر و قیمت کے تعین میں مدد دیتی ہیں۔ مجھے موجودہ حالات میں یہ سہولت میسر نہیں ہے لہٰذا اب اس مقصد پر اکتفا کرنا پڑا ہے کہ کتب خانہ محمد علی مکھڈی کے تمام فارسی مخطوطات کے بنیادی کوائف کو یکجا مرتب کر دیا جائے۔ یہ مقصد بذریعہ عکسیات بخوبی پورا ہو جاتا ہے۔لہٰذا فہرست نویسی کا یہ جدید طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

میں نے اب تک فہرست نویسی کا جو کام کیا ہے، وہ اکثر و بیشتر فارسی زبان میں ہے اور اس کے مخاطب بھی فارسی زبان یا فارسی دان صاحبانِ علم ہیں۔چناں چہ کتب خانہ محمد علی مکھڈی کے فارسی مخطوطات کی فہرست نویسی بھی فارسی میں ہو رہی ہے جو مکمل ہونے پر کتابی صورت میں شائع کی جائے گی۔ڈاکٹر نظامی صاحب کی تجویز تھی کہ میں اس فارسی فہرست کا ایک اردو خلاصہ، خانقاہ مولانا محمد علی مکھڈی سے شائع ہونے والے مجلے قندیل سلیمان میں بھی قسط وار شائع کروا دیا کروں تا کہ اردو خوان طبقہ بھی مستفید ہو سکے۔ان کے حکم کی تعمیل میں ہر قسط میں تیس مخطوطات کا تعارف پیش کیا جائے گا۔اس سلسلے کی پہلی قسط شمارہ ۱ تا ۳۰ پیشِ خدمت ہے۔

اس فہرست کے حوالے سے چند بنیادی باتیں یہ ہیں:

(۱) کتب خانے کے فارسی مخطوطات پر از سرِ نو اندراج نمبر (Call Number) لگایا گیا ہے۔ یہ نمبر ۱ سے شروع ہوتا ہے اور آخر تک چلے گا۔اس سے پہلے رجسٹر اندراج میں یا نسخے کے پہلے ورق پر سابق فہرست نگار حضرات نے جو نمبر لگایا ہے وہ اب منسوخ ہے۔

(۲) موجودہ فہرست نئے اندراج نمبر کی ترتیب سے مرتب ہوئی ہے۔ یہ سلسلہ نمبر وار چلے گا۔

(۳) یہ اردو ملخص، مخطوطات کی مجمل فہرست ہے، اس کے ہر اندراج میں صرف ابتدائی اور ضروری معلومات پر اکتفا کیا گیا ہے، جیسے: کتاب کا نام، مصنف کا نام، تاریخ تصنیف (صرف ضروری اور اہم کتابوں کے ضمن میں)، نسخے کا خط، کاتب اور تاریخ کتابت (اگر موجود ہے)، تعداد اوراق۔

(۴) جو رسائل و کتب ایک مجموعے میں مجلد ہیں، ان کو مجموعہ کے تحت یکجا متعارف کیا گیا ہے۔

(۵) اردو ملخص فہرست میں مصنفوں، کاتبوں کے حالات یا موضوع وغیرہ پر خارجی مآخذ سے مزید تحقیق نہیں کی گئی۔ نسخے سے جو معلومات اخذ ہوئی ہیں صرف وہی پیش کی گئی ہیں۔مزید تفصیلات فارسی زبان میں تیار کی جانے والی فہرست میں پیش کی جائیں گی۔

(۶) یہ مولانا محمد علی مکھڈی سے منسوب کتب خانے کے ان مخطوطات کی فہرست ہے جو کتب خانے کی قدیم اور مرکزی عمارت میں محفوظ ہیں اور پہلے حضرت مولانا محمد احمد الدینؒ مکھڈی اور ڈاکٹر محمد ساجد نظامی صاحب کی تحویل میں ہیں۔

ڈاکٹر نظامی صاحب کو اپنے سلف صالح کے علمی ورثہ کی حفاظت اور توسیع و اشاعت کا بے حد خیال ہے۔ میں ان کے جذبات کی تحسین کرتا ہوں۔ اسی جذبے کے تحت یہ فہرست بھی وجود میں آئی اور اشاعت پذیر ہوئی۔ اس کے لیے میں ان کے تعاون کا ممنون ہوں۔

عارف نوشاہی

چہارشنبہ، ۱۲ ربیع المولود ۱۴۴۰ ہجری نبوی/۲۱ نومبر ۲۰۱۸ عیسوی

☆☆☆☆☆

فہرست مخطوطات فارسی

(مخطوطات 1 تا 30)

1. تذکرۃ المحبوب

مصنف: عبد النبی قریشی، ساکن بھوئی گاڑ، نزد ٹیکسلا، ضلع راول پنڈی.

تاریخ تصنیف: ۱۳۰۶ھ

مولانا محمد علی مکھڈی اور ان کے سجادہ نشین مولانا زین الدین مکھڈی کے حالات، کلام اور ملفوظات ہیں.

☆ نستعلیق، بلا تاریخ، ۲۲۰ص.

2. غایۃ الامکان فی درایۃ الزمان

مصنف: تاج الدین اشنوی.

زمان و مکان موضوع پر رسالہ ہے.

☆ نستعلیق، بلا تاریخ، ۳۲ص.

3. مجموعہ

ا. منہج الرشاد

مصنف: زین الدین ابی بکر محمد بن محمد خوافی۔
☆نسخ، علی بن صدر الدین جاجرمی، ۱۸ محرم ۸۳۸ھ، ۱۱۱ص۔
۲۔ شرح دالیہ در تجوید حروف قرآن مجید
مصنف: حافظ نامی شاعر نے ۸۲۵ھ میں ایک قصیدہ دالیہ لکھا، یہ اس کی شرح ہے۔
شارح: شمس الدین محمد بن درویش بلخی۔
تاریخ شرح: ۸۲۸ھ۔
☆نسخ، علی بن صدر الدین جاجرمی، ۲۱ شوال ۸۳۶ھ، ۳۵ص۔
۳۔ نونیہ در تجوید
مصنف: شمس الدین (شاید وہی شارح دالیہ)
☆نسخ، ۹ص۔
اس مجموعے کے آخر میں کاتب نے کئی قدیم عربی اور فارسی کتب سے اقتباسات بطور یادداشت نقل کیے ہیں جو بذات خود اہم اور قیمتی ہیں۔

4. روحیہ

مصنف: نامعلوم۔
روح کی برتری سے متعلق ہے۔
☆نستعلیق، شیخ حاتم میرٹھی، ۲۵ رمضان المبارک ۱۰۷۹ھ، ۳۱ص۔

5. مراسلہ ہائے ملا محمد اسعد مکھڈی

مصنف: ملا محمد اسعد مکھڈی۔
چالیس خطوط صنعت غیر منقوط میں لکھے گئے ہیں۔
☆نستعلیق، بلا تاریخ، ۳۳ص۔

6. ہفت بند (منظوم)

مصنف: ملا حسن کاشی۔

☆استادانہ عمدہ نستعلیق، آغا میرزا تلمیذ سید امیر رضوی، ۱۲۳۵ھ، مطلا و مذہب نسخہ، ۲۵ص.

7. مجموعہ

۱.انوار الجفر

مصنف: حسین اخلاطی الحسین.

علم جفر پر معروف کتاب ہے.

☆نستعلیق، بلا تاریخ، ۲۷ص.

۲.تذکرۃ المحبوب

مکرر. (مطابق شمارہ: 1)

☆نستعلیق، ۱۳۰۹ھ، نسخہ مصنف سے مقابلہ شدہ، ۲۱۶ص.

۳.فواید فخریہ

مرتب: عیوض علی.

محب النبی مولانا محمد فخر الدین دہلوی (۱۱۲۶-۱۱۹۹ھ) کے ملفوظات ہیں.

☆نستعلیق، جمال الدین چشتی، بلا تاریخ، ۱۰۹ص.

۴.مناقب فخریہ

مصنف: نواب غازی الدین خان نظام.

محب النبی مولانا محمد فخر الدین دہلوی (۱۱۲۶-۱۱۹۹ھ) کے حالات و مناقب پر ہے.

☆نستعلیق، جمال الدین چشتی، بلا تاریخ ص۱۰۹-۲۱۵.

8۔ مجموعہ معمیات

اس مجموعے میں فن معما پر تین رسالے ہیں۔ اول اور آخر کے رسائل تو ناقص ہیں، درمیان میں ایک رسالہ مکمل ہے، اس کے کوائف حسب ذیل ہیں:

شرح دستور معما

مصنف: عبد الرحمان جامی. جامی کے رسالہ معما (متوسط) کی شرح ہے.

شارح: ابن پیر محمد تاشکندی

☆نستعلیق، کاتب خوجم قلی بن مولانا اللہ قلی، بلا تاریخ، دسویں صدی ہجری، ورق ۱۰۰ اب-۱۳۳ اب.

9.مرثیہ احمد خان رئیس عیسی خیل

شاعر: گل حسین.

احمد خان رئیس عیسی خیل (وفات: ربیع الثانی ۱۲۶۴ یا ۱۲۵۴ھ) کا مرثیہ اوراس کی ذاتی خوبیوں کا بیان ہے۔

☆نستعلیق، برائے عطا محمد خان، بلا تاریخ، ۶ ص، ناقص.

10. خرقہ نامۂ قادریہ (عربی)

مصنف: سید محمد شاہ گیلانی، جنھوں نے سلسلۂ قادریہ میں اپنا شجرۂ طریقت، حضرت علی تک بیان کیا ہے. مصنف سید محی الدین کے مرید، وہ مرید سید چراغ شاہ تھے.

☆نستعلیق، بلا تاریخ، نقش مہر: دارد امید فضل رحمانی/ سید عبد اللہ شاہ جیلانی، ۱۰ ص.

11. سیف الملوک وبدیع الجمال (قصہ)

بروایتِ حسن میمندی وزیر سلطان محمود غزنوی.

☆نستعلیق، بلا تاریخ، ۲۴ اورق.

12. مجموعۃ النوادرات

مصنف: نامعلوم

فقہی اور اخلاقی مسائل پر ہے۔

☆نستعلیق، ۵۷ ورق، ناقص الآخر.

13.شرح لمعات موسوم بہ اشعۃ اللمعات

مصنف: فخر الدین عراقی.

شارح: عبد الرحمان جامی.

☆نستعلیق، صرف مقدمہ ہے، سرورق پر قدیم مالک اللہ داد کی یادداشت مورخہ ۱۱۹۷ھ، ۲۲ ورق.

14. ناطقہ

مصنف: اسحاق۔

تاریخ تصنیف: ۹۷۴ھ۔

علم سلوک، ریاضات، احوال و مقامات پر رسالہ ہے۔

☆ نستعلیق، بلا تاریخ، ۴۷ ورق۔

15. شرح قصیدۂ بانت سعاد

مصنف: کعب بن زہیر۔

شارح: نامعلوم۔

☆ نستعلیق، غلام حسین ساکن موضع [کھڑپا۔ تحصیل پنڈی گھیب] (اٹک)، ۱۲۶۷ھ، ۱۸ ورق۔

16. شرح محمود نامہ

مصنف: محمود لاہوری۔

شارح: صاحب شاہ سید محمد بن برہان قریشی۔

محمود نامہ غزلوں کا مجموعہ ہے۔

☆ نستعلیق، ۲۳ ورق، ناقص الآخر، ردیف طاء تک۔

17. کشکول کلیمی

مصنف: شاہ کلیم اللہ جہان آبادی۔

☆ نستعلیق، میاں شمس الدین، بلا تاریخ، ۳۸ ورق۔

18. مجموعہ

۸ ورق کے اس مجموعے میں دو رسالے ہیں اور دونوں ہی ناقص ہیں۔

التحفۃ المرسلۃ الی النبی (عربی)

مصنف: شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری

۲.انتخاب جام جہان نما

مصنف: شیرین مغربی.

19.ادعیہ

عربی دعاوں کا مجموعہ ہے اور ساتھ فارسی میں پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے.

☆نسخ و نستعلیق، مرزا محمد، ۶ ذی قعدہ ۱۲۷۱ھ، برائے حافظ غلام محمد مکھڈی، ۳۱ ورق.

20.مجموعہ

۱حل ترکیب الکافیہ (عربی)

مصنف: نامعلوم.

نحو پر ابنِ حاجب کے الکافیہ کی حل ترکیب (مختصر شرح) ہے۔

☆نستعلیق، میاں رکن الدین، ۱۲ ورق، نامکمل.

۲.جامع التعلیل المختصر (صرف ونحو)

مصنف: نامعلوم

☆نستعلیق، محمد جی قریشی احمد الی۔ تحصیل پنڈی گھیب (اٹک) ۹ محرم ۱۳۰۳ھ، برائے فرزند غلام رسول، ۶۰ ورق.

21.مجموعہ

۱.شرح اوراد فتحیہ

مصنف: میر سید علی ہمدانی.

شارح: جعفری (محمد بن جعفر جعفری).

سلسلۂ ہمدانیہ میں معمول اوراد و وظائف ہیں.

☆ ۲۶ جمادی الآخر ۱۲۳۰ھ، ۳۰ ورق.

۲.رسالہ در بیان چہاردہ خانوادہ وسلاسل آنہا

مولف: محمد سعد اللہ سہروردی چشتی.

۳ آغاز: الحمد للہ الشکور والصلوۃ والسلام... امابعد این رسالہ ایست مشتمل بر بیان چہاردہ خانوادہ وسلاسل آنہا.

☆۶ ورق، ناقص.

۳. مصطلحات الصوفیہ

مولف: عبدالرزاق کاشانی.

☆نستعلیق، ۵ ورق.

۴. فقرات

مولف: خواجہ عبیداللہ احرار.

☆، ۱۲۳۰ھ، ۹۔۷ ورق.

۵. حیرت الفقہ

فقہی مسائل پر ہے.

☆۲۰ ورق.

پورا مجموعہ ایک ہی کاتب کے قلم سے ہے. بخطِ نستعلیق، کاتب میاں صالح ولد نور سیال، ساکن چودواں، برائے سید حسن الدین شاہ، در درگاہ میاں سلیمان جیو.

22 مجموعہ

۱. مصطلحات الصوفیہ

مولف: عبدالرزاق کاشانی

☆ورق ۱-۵

۲. مکتوب امام غزالی بہ شاگرد

علم نافع کی اقسام میں.

☆ورق ۶ ب-۲۱ ب. پورا مجموعہ بخط نستعلیق، بقلم غلام حسین، بلاتاریخ.

23 مجموعہ رد روافض

اس مجموعے میں تین تحریریں ہیں اور تینوں کا باہمی تعلق ہے. پہلی تحریر ماوراالنہر کے اہلِ سنت و جماعت علما کا مشہد کے شیعہ علما کے نام وہ خط ہے جو عبداللہ اُزبک کے محاصرہ مشہد (۹۹۷-۹۹۶ھ) کے دوران لکھا گیا۔ اس محاصرے میں بہت سے

اہلِ تشیع کو قتل کر دیا گیا تھا۔دوسری تحریر شیعہ عالم ملا محمد مشکک رستمداری کی طرف سے لکھا گیا جوابی خط ہے۔تیسری تحریر حضرت مجدد الف ثانی کا رسالہ رد روافض ہے جو مذکورہ خطوط کے تناظر میں تحریر ہوا۔

☆نستعلیق، بلا تاریخ،۲۲ورق، ناقص الآخر۔

24.حساب

مصنف:ملا علی قوشچی (م:۸۷۹ھ)

☆نستعلیق،۲۳رمضان۹۸۳ھ،۴۴ورق۔

25.شاہ وگدا/شاہ و درویش (مثنوی)

شاعر:بدر الدین ہلالی چغتائی۔

☆نستعلیق،۵شعبان، بلا سال، برائے مولوی محمد بخش،۷۰ورق۔

26.بدیع الفرایض (منظوم)

شاعر:بدیع؟

تاریخ تصنیف:۱۲۰۸ھ

وراثت اور ترکہ کی شرعی تقسیم کے مسائل ہیں۔

☆نستعلیق،شاید حافظ محمد اکبر، بلا تاریخ،۵ورق۔

27.قواعد کلیات فارسی/قواعد نظم پارسی

مصنف: مولوی خدا بخش جراح، چودواں والا، ساکن سنکر۔برائے فرزند ابوالحسن حسام الدین محمد (جن کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ فقرات خواجہ احرار، مکتوبہ ۱۲۶۳ھ مکھڈ شریف کے کتب خانے میں موجود ہے)،ابوالفضل امام الدین، ابوالفرح نظام الدین محمود۔

حروف تہجی کے استعمال، قواعد زبان اور علم بلاغت کے مباحث، اساتذہ کے کلام سے مثالوں کے ساتھ ہیں۔

☆نستعلیق،گل حسین، بلا تاریخ،۶ورق۔

28. نان وحلوا (مثنوی)

شاعر: بہاالدین محمد عاملی (۹۵۳-۱۰۳۰ھ)

☆نستعلیق، بلاتاریخ، ۱۶ورق.

29. مجموعہ

ا. خلاصۃ الکیدانی (عربی)

☆نستعلیق، محمد محسن، بلاتاریخ، ورق ۲ب-۱۱۱الف.

۲. کریما

منسوب بہ سعدی شیرازی.

☆نستعلیق، محمد محسن، ورق ۱۱ب-۱۹ب.

30. چہار گلزار

مصنف: نثاری. بفرمائش سرگوراوزلی (۱۷۷۰-۱۸۴۴ء) جو ۱۷۸۸تا۱۸۰۵ء ہندوستان میں مقیم رہا.

فارسی قواعد زبان پر ہے.

☆نستعلیق، فقیر محمد بن حافظ غلام رسول خوشابی، ۱۵ذیقعدہ ۱۲۷۷ھ، ۳۳ورق.

☆☆☆☆

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور مولانا محمد رمضان مُہمی شہید

ڈاکٹر معین نظامی ☆

پنجاب کی تاریخ میں اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی کا زمانہ سیاسی، معاشرتی، ثقافتی، دینی، عرفانی اور ادبی رجحانات و تغیرات کے حوالے سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس زرّیں عہد میں ایسے متعدد جلیل القدر علما، مشائخ، مصلحین اور اہلِ علم و ادب نے پنجاب کی سرزمین میں جنم لیا جن کے دور رس اور دیرپا فکری و عملی اثرات اس خطّے کی تہذیب و معاشرت پر آج تک بہ خوبی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد رمضان مُہمی شہید (۱۱۸۳ھ/۱۷۶۹ء-۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) پنجاب کے ایک ایسے ہی عظیم علمی و روحانی فرزند ہیں۔ وہ اپنے دور کے مایۂ ناز عالمِ دین، بلند پایہ صوفی، درد دِل رکھنے والے مصلح، سراپا عمل مبلّغ، کثیر التصانیف اہلِ قلم اور ہریانی اردو کے عظیم شاعر و ادیب تھے۔ انھوں نے توفیقِ الٰہی کے سائے میں اپنی تحریر و تقریر کی توانا صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ان کے اسلاف کئی صدیوں سے عالم و عارف اور قاضی کے طور پر علاقے بھر میں معروف و مقبول چلے آئے تھے اور ان کے خوش نصیب اخلاف میں بھی نسل در نسل علم و عرفان کی شمعیں فروزاں رہیں۔ پنجاب کے اس اہم صدّیقی خانوادے کے بہت سے افراد بیسویں صدی میں علم پروری اور کتاب دوستی میں بہت نمایاں ہوئے اور اعلیٰ سرکاری عہدوں پر بھی فائز رہے۔

موجودہ مشرقی پنجاب، بھارت کے علاقے رہتک، ہریانہ کے ایک قصبے مُہم سے تعلّق رکھنے والے مولانا محمد رمضان شہید کے خاندانی پس منظر، شخصی احوال و کوائف، منثور و منظوم تصانیف اور دینی و اصلاحی خدمات کے بارے میں کئی معتبر کتابیں موجود ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ بہت مفید ہوسکتا ہے:

۱۔ روضۃ الرّضوان موسوم بہ تذکرۃ الرّمضان، عبدالشکور صدیقی، بہ اہتمام سیّد ابو محمد عطاء الحق، دلّی پرنٹنگ ورکس، دہلی، ۱۹۱۵ء۔

۲۔ مآثر الاجداد، منظور الحق صدّیقی، ۱۹۶۴ء۔

۳۔ ہادیِ ہریانہ، منظور الحق صدّیقی، آئینۂ ادب، لاہور، ۱۹۶۳ء۔

بدقسمتی سے مولانا محمد رمضان کے احوال و آثار اور خدمات کے ذکرِ جمیل پر مشتمل تمام تذکروں اور دیگر متعلقہ منابع میں ان کی زندگی کا ایک اہم روحانی پہلو نظر انداز ہوگیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تذکرے کے بغیر مولانا کے سوانح اور ان کے روحانی پہلوؤں کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ قطعیت سے نہیں کہا جاسکتا کہ مُہمی خانوادہ یا مولانا کے سوانح نگار اس پہلو سے

☆ گرمانی مرکزِ زبان و ادب لمز، لاہور

آگاہی رکھتے تھے یا نہیں۔ ہوسکتا ہے یہ جہت ان کی نگاہوں سے اوجھل رہی ہو اور خفیف سا ہی سہی، یہ امکان بھی بہ ہر طور موجود ہے کہ اس حقیقت کو کسی نامعلوم مصلحت کے پیشِ نظر پردۂ اخفا میں رکھا گیا ہو یا اسے اتنا اہم ہی نہ سمجھا گیا ہو کہ اس کا ذکر کیا جائے۔ یہ معاملہ مولانا محمد رمضان کا حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی (۱۷۷۰-۱۸۵۰ء) سے ارادت اور معنوی استفادے کا ہے۔

مولانا محمد رمضان مُہی نے دہلی کے خانوادۂ ولی اللّٰہی کے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م۱۸۲۴ء) اور ان کے بھائی حضرت شاہ عبدالقادر سے علمی استفادہ کیا اور اس کے علاوہ انھوں نے سات بزرگوں سے روحانی کسبِ فیض کیا۔ انھوں نے سیّد محمد عبدالعظیم گیلانی لاہوری ثم پانی پتی (م۱۸۱۲ء) سے سلسلہ قادریہ وہابیہ میں بیعت کی، حضرت غلام جیلانی صدیقی رہتکی (۱۷۵۰-۱۸۲۰ء) سے قادری، چشتی، سہروردی اور مداریہ سلاسلِ طریقت میں بیعت کی اور وظائف و اوراد کی اجازت پائی مگر ان کے باقاعدہ خلیفہ نہیں تھے۔ انھیں گوہانہ، رہتک کے حکیم غلام حسین سے چشتی صابری سلسلے کی اور حزب البحر کی اجازت بھی ملی۔ سیّد غلام قطب الدین فرخ آبادی نے انھیں قادری قلندری خلافت عطا کی۔ وحدت الوجود سے مولانا کی گہری دل چسپی حضرت فرخ آبادی ہی کا نتیجۂ فیضان ہے۔ حضرت شاہ ارادت اللہ بگڑوی نقشبندی نے انھیں ابوالعلائی خلافت و اجازت عنایت فرمائی۔ اس کے علاوہ انھوں نے حضرت شائستہ خان دہلوی اور میر فتح علی شاہ دہلوی سے بھی فیض پایا [۱]۔

حسنِ اتفاق سے مولانا محمد رمضان کی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے ارادت و فیض یابی کے بعض اہم شواہد چشتی نظامی تونسوی سلسلۂ طریقت کے ایک اہم ماخذ مناقب المحبوبین [۲] میں محفوظ ہیں۔ اس کا سبب بھی یہ ہے کہ مناقب المحبوبین کے مصنف حضرت حاجی نجم الدین فاروقی سلیمانی (۱۸۱۹ء-۱۸۷۰ء) کو اپنے گہرے خاندانی روحانی روابط کی وجہ سے مولانا محمد رمضان اور ان کے خاندان سے نیازمندانہ دل چسپی تھی۔ حاجی نجم الدین سلیمانی کے والدِ مکرم شیخ احمد بخش فاروقی حضرت شاہ ارادت اللہ نقشبندی کے مرید تھے۔ یہ وہی شاہ ارادت اللہ ہیں جنھوں نے مولانا محمد رمضان کو ابوالعلائی خلافت سے سرفراز کیا تھا۔ یوں حاجی نجم الدین سلیمانی کے والدِ ماجد مولانا کے پیر بھائی تھے۔[۳] نجم الدین سلیمانی کے علاقے میں مولانا شہید کا دینی و روحانی رسوخ بھی خاصا تھا اور وہ گاہے بہ گاہے وہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت نجم الدین سلیمانی کے بڑے بھائی پیرجی شہاب الدین فاروقی مولانا شہید کے مرید اور خلیفہ بھی تھے [۴]۔ خود حاجی نجم الدین سلیمانی کی رسمِ بسم اللہ بھی مولانا شہید نے انجام دی اور انھیں اپنی دعاؤں سے نوازا تھا [۵]۔ اس بابرکت تعلقِ خاطر کے پیشِ نظر حضرت نجم الدین سلیمانی نے مولانا محمد رمضان سے متعلق روایات و مسموعات کو بہ طورِ خاص اپنی کتاب میں جگہ دی جن کے توسّط سے پنجاب کی عرفانی تاریخ اور خانقاہِ تونسہ شریف کا ایک اہم

پہلو محفوظ ہو گیا۔ اگر مناقب المحبوبین میں یہ ثقہ روایات شامل نہ ہوتیں تو یہ تاریخی حقائق کبھی سامنے نہ آسکتے۔

ذیل میں مناقب المحبوبین میں مذکور روایات بیان کی جاتی ہیں اور پھر ان کی روشنی میں کچھ نتائج کے استنباط کی کوشش کی جائے گی۔

حضرت حاجی نجم الدّین سلیمانی لکھتے ہیں:

''مولوی دیدار بخش پاک پٹنی صاحب[6] فرماتے تھے کہ ایک بار مولانا محمد رمضان مَہمی دہلی تشریف لائے اور کھڑکی فراش خانہ کے قریب واقع محلّہ کوچہ شاہ تارا میں واقع اپنے مرید عبداللہ شاہ[7] کی مسجد میں ٹھہرے۔ مَیں نے ان کے اوصافِ حمیدہ سن رکھے تھے اور مجھے ان کی زیارت کا بہت اشتیاق تھا۔ ایک دن مَیں ان کی زیارت کے لیے مذکورہ مسجد میں گیا اور ان کے حلقۂ مجلس میں بیٹھ گیا۔ اس وقت کوئی مسئلہ زیرِ بحث تھا جواب مجھے یاد نہیں ہے۔ جب مَیں نے بھی مسئلے کے جواب میں حِصّہ لیا تو مولانا نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کن بزرگ کے مرید ہیں؟ مَیں نے عرض کیا کہ میں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کا مرید ہوں۔ یہ سن کر وہ فوراً سرو قد کھڑے ہو گئے، مجھے گلے لگایا اور فرمایا کہ ہم اور آپ پیر بھائی ہیں۔ آپ نے پہلے اپنا تعارف کیوں نہ کروایا کہ مَیں آپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ پھر فرمایا کہ مجھے جیسا باطنی فیض اور فائدہ حضرت غوثِ زماں خواجہ سلیمان سے حاصل ہوا ہے، ویسا کسی اور سے نہیں ملا۔

مولف (نجم الدین سلیمانی) کہتا ہے کہ ایک روز مَیں تونسہ شریف میں اپنے پیرو مرشد کی محفل عام میں حاضر تھا کہ مولانا محمد رمضان مَہمی کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میاں رمضان اچھے درویش تھے۔

اسی طرح میں حاجی بختاور صاحب[8] کی زبانی سنا ہے کہ ایک بار وہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے عرس پر حضرت تونسوی کے ہمراہ پاک پتن گئے ہوئے تھے۔ وہاں میاں صاحب مولانا محمد رمضان مَہمی بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب وہ حضرت تونسوی سے ملاقات کے لیے آئے تو حضرت صاحب کسی درویش کو مولانا جامی کی شرح لمعات کا سبق دے رہے تھے۔ جب اس کے سبق میں یہ شعر آیا:

غیرتش غیر در جہان نگذاشت
لاجرم عینِ جملہ اشیا شد

(اس کی غیرت نے دنیا میں کوئی غیر نہ چھوڑا، تو وہ خود تمام اشیا کا عین بن گیا)

جب مولوی صاحب مرحوم نے یہ شعر سنا تو حضرت تونسوی سے کہنے لگے کہ یا حضرت، یہ شعر کس طرح ہے؟ دوبارہ ارشاد فرمایئے۔ حضرت تونسوی نے ان کی طرف پوری توجہ فرما کر وہ شعر دہرایا۔ حضرت نے اس وقت مولوی صاحب پر ایسی خاص نظر ڈالی کہ مولوی صاحب کو کوئی ہوش نہ رہا اور وہ دیر تک بے ہوش پڑے رہے۔ بعد میں جب ہوش

میں آئے تو زندگی بھر حضرت تونسوی کی اسی نگاہِ خاص کے احسان مند رہے اور فرمایا کرتے تھے پیر پٹھان کی ایک نظر نے مجھ پر جو اثر کیا ہے اور فیض پہنچایا ہے، وہ مجھے کہیں اور سے نہیں ملا۔

مولوی دیدار بخش پاک پتنی بیان کرتے تھے کہ پاک پتن میں مولانا محمد رمضان پر حضرت تونسوی کی خاص نظر کی یہ روداد مَیں نے بالکل اسی طرح قاضی غلام محمد فتح آبادی[9] سے بھی سنی ہے جو مولانا مرحوم کے مرید تھے۔ انھوں نے مجھے یوں بتایا کہ مَیں پاک پتن کے اس سفر میں اپنے پیر کے ہمراہ تھا۔ جب حضرت تونسوی نے میرے پیر پر خاص توجہ ڈالی تو اس وقت مَیں بھی وہیں حلقے میں بیٹھا ہوا تھا۔ مولانا کئی کچھ گھڑیاں بے ہوش رہے۔ بعد میں انھوں نے حضرت تونسوی سے ارشاد پایا اور فیضان حاصل کیا۔ حضرت تونسوی نے انھیں فرمایا کہ آپ چند روز میری صحبت میں رہیے۔ مولانا نے عرض کیا کہ ابھی تو میری وطن واپسی ضروری ہے اور مجبوری درپیش ہے۔ ان شاء اللہ پھر کبھی حاضر خدمت ہو کر چند روز حضور کی صحبت میں رہوں گا۔ آخر حضرت تونسوی نے انھیں اجازت دے دی اور وہ اپنے وطن پہنچ گئے۔

مولوی دیدار بخش کہتے تھے کہ جب مولانا، حضرت تونسوی سے رخصت ہو کر دہلی پہنچے تو نواب الٰہی بخش خان[10] نے انھیں ایک ہزار روپے نذر پیش کی۔ جب انھیں کھلا سفر خرچ مل گیا تو انھوں نے حج پر جانے کا ارادہ کر لیا اور حضرت تونسوی کی خدمت میں معذرت نامہ لکھا کہ ابھی تو مَیں نے حج کا پختہ ارادہ کر لیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ جب واپس آؤں گا تو آپ کی خدمت میں حاضری دوں گا۔ حضرت تونسوی نے جوابی خط کچھ یوں بھجوایا:

اے قومِ بہ حج رفتہ، کجائید کجائید
معشوق ہمین جاست ، بیائید بیائید

(اے حج پر گئے ہوئے لوگو، کہاں ہو کہاں ہو، معشوق تو یہیں ہے، چلے آؤ چلے آؤ)

آپ نے یہ بھی لکھا کہ آپ کے حق میں حج پر جانے کے بہ جائے یہاں آنا بہتر ہے:

(وہ راستہ کعبے کی طرف لے جاتا ہے اور یہ راستہ محبوب کی طرف)

لیکن مولانا نے حضرت کے خط پر عمل نہ کیا اور حج پر روانہ ہو گئے۔

مولوی دیدار بخش صاحب نے مجھے بتایا کہ انھیں حضرت شاہ حافظ محمد علی خیر آبادی[11] نے بتایا، جو حضرت تونسوی کے اکابر خلفا میں سے تھے کہ جب مَیں حج کے سفر سے واپس آیا اور جہاز سے اترا تو مولوی محمد رمضان صاحب اس وقت جہاز پر سوار ہو رہے تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھا تو بہت ادب و احترام سے پیش آئے اور کہنے لگے کہ حضرت تونسوی نے مجھے حج کے سفر سے منع کیا تھا مگر مجھ پر روضۂ رسول کی زیارت کا شوق غالب تھا، اس لیے نکل پڑا ہوں۔ اب آپ میری اس کوتاہی پر مجھے معافی دلانے کا وسیلہ بنیں اور میری طرف سے حضرت کی خدمت میں معذرت کریں کہ مجھ سے بہت گستاخی ہوئی

ہے کہ مَیں حضرت کی مرضی کے بغیر حج پر جا رہا ہوں۔

حضرت خیر آبادی نے فرمایا کہ جب میں سنگھڑ (تونسہ) شریف میں حضرت تونسوی کی خدمت میں پہنچا تو مَیں نے مولانا مُہی کی طرف سے معذرت پیش کی۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم تھا، وہ ہو چکا، تقدیر کا لکھا پورا ہوا۔

مؤلف کہتا ہے کہ جب حضرت مولانا مُہی حج سے واپسی پر مندسور[۱۲] پہنچے تو رافضیوں کے ہاتھوں شہادتِ اکبر پائی [۱۳]۔

مولوی دیدار بخش نے مجھ مؤلف کو بتایا کہ مولوی محمد بخش قوم بھڈ وسکنہ اہرواں[۱۴] حضرت مولانا محمد رمضان مُہی کے مرید تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ مَیں ایک بار اونچی آواز میں ذکر کر رہا تھا کہ ایک مجذوب نے مجھے منع کیا۔ جب مَیں نہ رکا تو اس نے مجھ پر یوں تصرّف کیا کہ ذکرِ جہر کے وقت میری زبان بالکل بند ہو جاتی۔ جب کہ عام بات چیت کے وقت میری آواز بے تکلّف نکل آتی۔ بس ذکرِ جہر کرنے لگتا تو زبان بستہ ہو جاتا۔ چوں کہ مَیں نے سن رکھا تھا کہ میرے مرشد کو بھی حضرت تونسوی سے فیض ملا ہے، اس لیے مَیں بھی اپنی بیماری کے علاج کے لیے سنگھڑ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مَیں حضرت تونسوی کے خلیفے حضرت مولانا شرف الدین اہروانی[۱۵] کے ذریعے حاضر ہوا اور انھی کی معرفت عرض کی کہ حضورِ والا میرے مرشد کو بھی جناب سے فیض ملا ہے، مَیں انھی کا مرید ہوں اور علاج کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ مَیں نے مجذوب کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ چلو ذکرِ جہر کرو۔ مَیں نے ذکر شروع کیا تو آواز نکل آئی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جاؤ اور اُس مجذوب کے سر پر کھڑے ہو کر اونچی آواز میں ذکر کرو، اگر وہ مر گیا ہو تو اس کی قبر پر بیٹھ کر ذکرِ جہر کرو۔ جب مَیں تونسہ شریف سے گھر لوٹا تو وہ مجذوب ایک دو منزل دور میرے استقبال کے لیے آیا اور کہنے لگا: تمھارے پیر تمھاری مدد کو پہنچے ہیں۔ اب تم دو جہاں کے بادشاہ کا حکم لے کر آئے ہو۔ میرا تصرّف تم پر کام نہیں کرے گا۔

مولوی محمد بخش جب تک اس بستی میں رہے، وہ مجذوب ان کا پانی بھرنے کی خدمت بجا لاتا رہا اور وہ پہلے کی طرح ذکرِ جہر کرتے رہے''[۱۶]۔

ان روایات کی روشنی میں کچھ نتائج بڑی وضاحت سے سامنے آتے ہیں:

۱۔ تمام روایات کے راوی معلوم اور معتبر افراد ہیں، اس لیے بہ ظاہر ان کے بیانات میں شک و تردید کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

۲۔ تمام واقعات کی تاریخی و سوانحی تطبیق مسلّم ہے اور ان میں عدم مطابقت کا کوئی جھول نہیں ہے۔ اس سے ان روایات کی ثقاہت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ راویوں میں جانبَین کے مریدین اور خلفا شامل ہیں یعنی حضرت تونسوی اور مولانا مُہی دونوں کے مرید اور خلیفے۔ ایسا نہیں ہے کہ راویوں کا تعلق صرف خانقاہِ تونسہ شریف سے ہو۔

۴۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے مولانا محمد رمضان مُہی شہید کا کسبِ فیض، کم از کم ایک ملاقات اور جانبین کا ایک دوسرے کے نام کم از کم ایک خط ثابت ہے۔ یقیناً یہ روابط زیادہ رہے ہوں گے جو سرِ دست سامنے نہیں ہیں۔

۵۔ دونوں حضرات کا یہ تعلق حضرت تونسوی کے وابستگانِ طریقت میں بھی معروف تھا اور مولانا مُہی کے عقیدت مند بھی اس سے بہ خوبی آگاہ تھے۔

۶۔ دونوں بزرگوں کے خلفا اور مریدین بھی زیادہ تر ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے اور اسی روحانی تعلق کی بنیاد پر باہم رابطہ رکھتے تھے۔

۷۔ حضرت تونسوی نے مولانا مُہی کی صفتِ درویشی کی تحسین کی ہے اور ان کی بلند معنوی استعداد کے پیشِ نظر آپ انھیں اپنی صحبت میں رکھ کر مزید مستفیض فرمانا چاہتے تھے۔

۸۔ مولانا مُہی کو یہ احساس دامن گیر رہا کہ ان سے منشائے حضرت تونسوی کی تعمیل و تکمیل میں کوتاہی سرزد ہوئی اور انھوں نے اس سلسلے میں عذر خواہی کی نیازمندانہ کوشش کی۔

۹۔ پاک پتن والے واقعے کے پیشِ نظر بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ مولانا مُہی کے ذوقِ وحدۃ الوجود اور اس کے مشربی غلبے میں فیضانِ سلیمانی شامل ہے۔

۱۰۔ مولانا مُہی کے روحانی اساتذہ اور مرشدین کی فہرست میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کا نامِ نامی بہت نمایاں طور پر شامل رہنا چاہیے۔

حواشی و منابع

۱۔ ہادی ہریانہ، منظور الحق صدیقی، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص: ۲۳ تا ۲۷۔

۲۔ دبستانِ تونسہ کے رجال و معارف کے سلسلے میں مناقب المحبوبین کی اہمیت کے لیے دیکھیے: مناقب المحبوبین ایک اہم چشتی مجموعۂ ملفوظات، معین نظامی، اورینٹل کالج میگزین، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۸۵/۳، ۲۰۱۰ء، ص: ۸۷ تا ۹۹۔

۳۔ مناقب المحبوبین، حاجی نجم الدین سلیمانی، مطبع محمدی، دوسری اشاعت، لاہور، ۱۸۹۴ء، ص: ۳۶۲۔

۴۔ مناقب المحبوبَین، ص:۳۶۲؛ہادیِ ہریانہ،ص:۱۵۲۔

۵۔ مناقب المحبوبَین، ص:۳۶۲

۶۔ مولوی دیدار بخش پاک پتنی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے عزیز مرید اور مناقب المحبوبَین راویوں میں نمایاں۔

۷۔ عبداللہ شاہ درویش: موضع منگالہ کے کائستھ تھے۔مولانا محمد رمضان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ان کے مشہور خلفا میں میر اشرف علی، میر ہاشم علی دہلوی، حاجی نور محمد کاہنوری اور میاں لال شاہ ریواڑی والے تھے،ہادیِ ہریانہ،ص:۱۵۰۔

۸۔ حاجی بختاور حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے مرید اور مناقب المحبوبَین کے اہم راوی۔

۹۔ قاضی غلام محمد فتح آبادی مولانا محمد رمضان کے مرید وخلیفہ تھے،ہادیِ ہریانہ،ص:۱۵۲

۱۰۔ نواب الٰہی بخش خان ریاست لوہارو کے نواب خاندان کے ممتاز فرد،مرزا غالب کے سسر،چشتی نظامی فخری سلسلے میں مرید،شاعر بھی تھے،معروف تخلص تھا،دیوانِ معروف مطبوعہ ہے۔

۱۱۔ حضرت شاہ محمد علی خیر آبادی (م ۱۲۶۶ھ) حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے معروف خلفا میں سے تھے۔ ان کا مفصل ذکرِخیر تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۔ مندسود: مالوا، مدھیا پردیش، بھارت کا ایک قدیم شہر۔

۱۳۔ مولانا کی شہادت ۲۸۔جمادی الاوّل ۱۲۴۰ھ /۱۸۔جنوری ۱۸۲۵ء کو واقع ہوئی۔ہادیِ ہریانہ، ص: ۱۴۳

۱۴۔ مزید کوائف نہیں مل سکے۔البتہ ہادیِ ہریانہ ،ص:۱۵۱ پر میاں حاجی خدا بخش سکنہ اہرواں ضلع حصار کا نام ملتا ہے۔

۱۵۔ مولوی شرف الدین اہروانی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے مرید وخلیفہ، بارہ برس تونسہ میں حاضر خدمت رہے،ان کا سلسلۂ طریقت جاری ہے۔مناقب المحبوبَین اردو ترجمہ مولانا ذوالفقار علی ساقی،تونسہ شریف،۲۰۱۸ء،حواشی،ص:۵۴۰

۱۶۔ مناقب المحبوبَین (فارسی)ص:۲۸۳تا۲۸۵،مناقب المحبوبَین (اردو ترجمہ)،ص: ۶۰۵تا۶۰۸۔

☆☆☆

امیر حزب اللہ سید محمد فضل شاہ جلال پوری کے نو دریافت مکتوبات

حسن نواز شاہ☆

مغربی پنجاب میں ضلع جہلم کا ایک قصبہ جلال پور شریف متعدد حوالوں سے عالم گیر شہرت کا حامل رہا ہے. البتہ اس قصبے کی تشہیر کا اولین اور غالب حوالہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی ایک خانقاہ ہے جس کے موسس سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری (۳ صفر ۱۲۵۴-۱۳۲۶ھ/ ۲۶ اپریل ۱۸۳۸-۷ جولائی ۱۹۰۸ء) تھے. سید غلام حیدر علی شاہ کی زندگی میں یہ خانقاہ علم و ادب اور عرفانیات کا ایک بڑا مرکز بن گئی تھی. بانیِ خانقاہ کی خدمات کے حوالے سے شاد فاروقی رقم طراز ہیں:

''خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری...... نے خانوادہ چشتیہ کی مخصوص روایات کے مطابق شریعت وطریقت کے نفاذ اور اشاعتِ دین کے سلسلہ [سلسلے] میں نمایاں خدمات سرانجام دیں. استغنا، استقامت اور صبر وضبط میں آپ لاثانی تھے. آپ کے انھیں نمایاں اوصاف نے آپ کو فقر و معرفت کی دنیا میں وہ بلند مقام عطا کیا تھا کہ جس کی مثال اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ ہزاروں جرائم پیشہ لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی، سینکڑوں فاسق و فاجر انسانوں نے آپ کے فیضِ صحبت سے استفادہ کر کے دین داری وتقویٰ کی زندگی اختیار کر لی. کئی ڈاکو، چوروں اور بدکاروں کی آپ کی نظر کیمیا اثر نے ولیِ کامل بنا دیا''(۱)

امیر حزب اللہ سید محمد فضل شاہ جلال پوری (۳ نومبر ۱۸۹۴-یکم دسمبر ۱۹۶۶ء)، انھیں سید غلام حیدر علی شاہ کے پوتے نیز خانقاہ کے سجادہ نشین تھے. انھوں نے احیائے دین اور مسلمانانِ ہند کی اصلاح وتنظیم کے لیے ۳۰ نومبر ۱۹۲۷ء کو ''حزب اللہ'' کے نام سے ایک تحریک کا آغاز کیا اور مسلسل اکتیس سال مسلمانوں کی اصلاح وفلاح نیز سیاسی شعور کی بے داری کے لیے کوششیں کرتے رہے. وہ سارا سال مختلف علاقوں کا دورہ کرتے اور حزب اللہ کے تبلیغی وتربیتی اجتماعات سے خطاب فرماتے. (۲) اصلاحِ رسوم کے حوالے سے ان کے کئی کتابچے ان کی زندگی میں شایع ہوئے. وہ بہ ذریعہ خط و کتابت بھی اپنے وابستگان نیز حزب اللہ کے اراکین سے رابطے میں رہتے اور وقتاً فوقتاً انھیں خط بھیجتے رہتے تھے. امیر حزب اللہ نے اپنی زندگی میں ہزاروں خط تحریر کیے، مگر اب تک ان کے مکتوبات کا کوئی مجموعہ یا انتخاب شایع نہیں ہو پایا. مولف امیر حزب اللہ کی تحقیق کے مطابق انھوں نے اپنا پہلا خط ۱۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو بہ عمر آٹھ سال اپنے استادِ گرامی کو لکھا تھا. (۳) راقم الحروف کو کئی سال قبل ان کے دس عدد مکتوبات، حزب اللہ کی مرکزی شوریٰ کے رکن اور قدیم کارکن سردار راجا کرم خان کے نبیرہ راجا برکات احمد سے میسر آ گئے تھے. بعد ازاں ایک اور خط مولوی میر غلام مصطفیٰ کے نام بھی دست یاب ہوا اور یوں ان کے کل گیارہ عدد مکتوبات راقم الحروف کے پاس جمع ہو گئے، جنھیں ذیل میں پیش کیا جا رہا

☆ مخدومہ امیر جان لائبریری، نڑالی۔ گوجر خان

ہے.

(۲)

تحصیل گوجر خان میں ایک کثیر تعداد بانیِ خانقاہ کے دامن سے وابستہ رہی ہے. ان کے اولین خلفا میں سے مولانا محمد حسین قریشی (م:۱۹اگست ۱۹۵۳ء، بھنیر کسوال) اور قاضی خان محمد چشتی (م:۹ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ/ ۱۷مارچ ۱۹۳۲ء، موہڑہ امین) کا تعلق گوجر خان سے تھا. مولانا محمد حسین پنجابی زبان کے قادرالکلام شاعر تھے، ان کے درج ذیل شعری مجموعے: گلزارِ حیدری، ارتحالِ حیدری یعنی فراقِ حیدری اور مدح خواجہ غلام حیدر علی شاہ جلال پوری متعدد بار شایع ہوئے. (۴) ایسے ہی گوجر خان شہر کے پنجابی شاعر حکیم شاہ ولی چشتی (مدفون: جھنڈا/ گوجر خان) کی نسبت بیعت بھی سید غلام حیدر علی شاہ سے تھی. اپنے شیخ کے مناقب پر مشتمل ان کا اولین شعری مجموعہ: نعت گنجینۂ حیدری، مطبع گلشن پنجاب راول پنڈی سے ۱۹۱۴ء کو شایع ہوا. اس مجموعے کے آخر میں ان کے دیگر مجموعوں: نصایح مخلوقات، سی حرفی مع بارہ ماہ نورالدین اور گلدستۂ نصیحت کے اسما درج ہیں. (۵) اسی طرح موضع نڑالی کے مقبول پنجابی شاعر بھاگ خان (م:۱۵اپریل ۱۹۷۰ء) بھی انہی کے دست گرفتہ تھے. بیس ویں صدی کے ابتدا میں جب طاعون کی وبا آئی تو ان کا یہ مصرع کچھ اس طور زبان زدِ عام ہوا کہ اب اس علاقے میں یہ مصرع ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے:

مارے آپ تے نام طاعون والا چوہے سٹدا ہر مکان اندر بھاگ خان کا ایک مجموعہ: سی حرفی و باراں ماہ مع حال زمانہ درچال زنانہ و دیگر غزلیات، ۱۳۳۵ھ کو سراج المطابع جہلم سے طبع ہوا تھا. (۶)

گوجر خان سے علمائے کرام کی بھی ایک بڑی تعداد بانیِ خانقاہ کی دست گرفتہ تھی. ان علما میں سے کئی مصنف، کاتب اور شاعر ہوئے ہیں. ذیل میں ان کے اسمائے گرامی درج کرنے پہ اکتفا کیا جاتا ہے: میاں برہان الدین قریشی (م: ۲۸ رجب ۱۳۴۸ھ/ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۹ء، میانہ بورگی)، قاضی تحصیل گوجر خان قاضی محمد عالم (۱۸۷۴-۱۶ جولائی ۱۹۶۴ء، میانہ صحتال)، مولانا عبد الحق فریالوی، مفتی محمد یوسف فریالوی (م:۲ مئی ۱۹۴۲ء، فریال)، مفتی محمد فاضل (م:۲۴ نومبر ۱۹۴۶ء، مسہ کسوال)، مولانا عباس علی قریشی (م: ۷ محرم ۱۳۷۰ھ/ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء، موہڑہ نگیال)، قاضی محمد زمان گوڑھوی (گوڑھا)، ، قاضی محمد شریف قریشی (م:۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء، بھنیر کسوال)، مولانا محمد اسماعیل (م:۴ جنوری ۱۹۳۷ء/ ۲۰ شوال ۱۳۵۵ھ، بھلیسر). (۷)

امیر حزب اللہ کی سجادہ نشینی کے زمانے میں گوجر خان سے خانقاہ اور حزب اللہ کے وابستگان کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا. تحصیل کے ہر نمایاں گانویں تحریک کے کامیاب اجتماعات منعقد ہوئے، جن میں امیر حزب اللہ بہ نفس نفیس شریک ہوتے رہے. ڈاکٹر عبدالغنی (۲۵ جنوری ۱۹۱۰-۳۰ فروری ۱۹۸۹ء) نے اپنی تالیف: امیر حزب اللہ میں ایسے تمام مقامات کی فہرست دی ہے، جہاں جہاں اجتماعات کا انعقاد ہوتا رہا. (۸) امیر حزب اللہ اپنے دست گرفتہ قاضی احمد دین ولد حافظ الحدیث قاضی ضیاء اللہ (م:۲۰ صفر ۱۳۶۳ھ/ ۱۵ فروری ۱۹۴۴ء، کونتریلہ/ گوجر خان) کی وفات پر بھی خود تشریف لائے اور ان کا جنازہ پڑھایا. (۹) یوں ہی موضع رجوعہ کے پنجابی شاعر مولوی غلام رسول مسکین (م: ۱۰

محرم ۱۳۸۸ھ/ ۸ اپریل ۱۹۶۸ء) بھی امیر حزب اللہ سے بیعت نیز حزب اللہ کے نہایت سرگرم کارکن تھے. انھوں نے درج ذیل منظوم کتابچے تحریک کے فروغ اور پیران سلسلہ کی شان میں تحریر کیے: برکات حزب اللہ، گلستان فضل شاہ (حصہ اول)، گلستان فضل شاہ (حصہ دوم)، گلستان فضل شاہ (حصہ سوم)، کرامات حیدری مع معجزات محمدی، جھوک حیدری مع مسکین دادو رنگہ چرخہ، باغ حیدری کی ایک بھولی ہوئی بلبل، فرمان حیدری مع عشق نبی. (۱۰)

(۳)

سردار راجا کرم خان بہ مقام سود بھڈانہ (تحصیل گوجر خان) راجا حیدر خان کے ہاں راج پوت برادری میں پیدا ہوئے. مڈل پاس کرنے کے بعد ہند برطانوی فوج میں ملازم ہو گئے اور بہ بطور رسال دار ریٹائر ہوئے. اپنے وقت میں دیہی پنچایتی نظام کے تحت وہ اپنے علاقے کے سرپنچ تھے. ان کی نسبت بیعت امیر حزب اللہ سید محمد فضل شاہ سے تھی. وہ اپنے شیخ کے نہایت مقرب مریدوں میں سے تھے نیز حزب اللہ کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی. تحصیل گوجر خان میں حزب اللہ کے فروغ نیز اجتماعات کے انعقاد میں سب سے زیادہ انہی کا عمل دخل رہا. ۹ فروری ۱۹۵۸ء کو انھوں نے وفات پائی اور موضع سود میں ہی ان کی تدفین عمل میں لائی گئی. امیر حزب اللہ ان کی وفات پہ تعزیت کے لیے خصوصی طور پر ان کے اخلاف کے ہاں تشریف لائے. (۱۱) ان کی زندگی کا ایک روشن پہلو ان کی غربا پروری نیز تعلیم کی اہمیت وافادیت کا احساس تھا. مولوی محمد جی (ہیڈ ماسٹر سرکاری مڈل سکول دیوی) کے نام ان کے ایک دستی رقعے سے ان کی طبعی حساسیت نیز ایک قابل تقلید جہت پر روشنی پڑتی ہے. ذیل میں اس رقعے سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

''حاملِ رقعہ ایک غریب آدمی ہے اور اس کے ہر دو لڑکے سکول دیوی میں یعنی آپ کے پاس تعلیم پا رہے ہیں. اس کو فیس ادا کرنے کی طاقت نہیں. اگر آپ مہربانی کریں تو یہ تعلیم دلا سکتا ہے. ورنہ تو تعلیم حاصل کرنے سے رہ جائیں گے. اور یہ قانون سے جو غیر زراعت پیشہ ہے مگر گزراوقات زمین داری پر ہے.'' (۱۲)

راجا جہاں داد خان ۱۸۸۳ء کو راجا فرمان علی خان کے ہاں بہ مقام سود بھڈانہ راجپوت برادری میں پیدا ہوئے. وہ سردار راجا کرم خان کے بھانجے نیز داماد تھے. پرائمری تک تعلیم کے حاصل کرنے کے وہ بعد ہند برطانوی فوج میں بھرتی ہو گئے اور بطور جمع دار ملازمت سے سبک دوش ہوئے. ان کی نسبتِ بیعت امیر حزب اللہ سے تھی. وہ اپنے شیخ کے نہایت قابل اعتماد مریدین میں سے تھے اور ایک عرصہ اپنے شیخ طریقت کے برادر خرد نواب سر سید محمد مہر شاہ (۱۸۹۰-۲۹ دسمبر ۱۹۸۰ء) کی زمینوں کے نگران رہے. ۱۹ مارچ ۱۹۷۸ء کو ان کی وفات ہوئی اور موضع سود میں ہی ان کی آخری آرام گاہ ہے. (۱۳) امیر حزب اللہ کا ان کے نام ایک ہی مکتوب اب تک سامنے آیا ہے.

مولوی میر غلام مصطفیٰ اندازاً ۱۸۸۸ء میں جناب شاہ ولی کے ہاں بہ مقام ڈھوک میاں عبدالوہاب داخلی موضع دیوی (تحصیل: گوجر خان) مغل حیال برادری میں پیدا ہوئے. موضع دیوی سے پرائمری تک تعلیم حاصل کی اور خالصہ ہائی سکول سکھو (گوجر خان) سے مڈل کا امتحان پاس کیا. بعد ازاں نارمل سکول گجرات سے تدریس کا خصوصی کورس کر کے محکمۂ تعلیم میں ملازمت اختیار کی. دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ دینی علوم سے بھی آراستہ تھے. ان کی نسبتِ بیعت سلسلہ

سہروردیہ غزنویہ کے شیخ طریقت میر سید محمد احمد صدیق متخلص بہ قاتل شاہ اجمیری ثم لکھنوی (۱۴ جنوری ۱۸۵۵-۹ دسمبر ۱۹۵۰ء، کراچی) سے تھی۔ وہ بہ یک وقت عالم، ماہرِ تعلیم، مناظر اور مصلح تھے۔ انھوں نے اپنے علاقے میں تعلیم کے فروغ نیز مذہبی وسماجی اصلاحات کے لیے نہایت قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ امیر حزب اللہ سے بھی ان کا استفسار اپنے علاقے میں رائج غیر ضروری رسومات کے حوالے سے تھا۔ ۷ دسمبر ۱۹۵۰ء کو انھوں نے وفات پائی اور ڈھوک میاں عبدالوہاب میں ہی ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ (۱۴) امیر حزب اللہ کا ان کے نام ایک ہی مکتوب اب تک دریافت ہوا ہے۔

(۴)

امیر حزب اللہ کے نو عدد مکتوبات سردار راجا کرم خان کے نام ہیں۔ پہلا مکتوب ۲ اگست ۱۹۳۳ء کو تحریر کیا گیا اور نواں ۷ مارچ ۱۹۵۰ء کو۔ ساتوں خطوط جلال پور سے بھیجے گئے۔ مکتوب الیہ کو آٹھ مکتوبات میں محبِ مخلص اور ایک میں فدائے اسلام وجان نثار ملت کے طور مخاطب کیا گیا ہے۔ مکتوب الیہ کے نام کے ساتھ: زاد محبتہٗ، کثر اللہ امثالکم واصلح بالکم، زاد مجدہٗ، سلمہٗ، اللہ کریم ہر نیک کام میں آپ کے مددگار رہوں اور زاد لطفہٗ جیسے دعائیہ کلمات لکھے گئے ہیں۔ مکتوبات میں کئی امور زیر بحث آئے ہیں بالخصوص دوسرے مکتوب میں مسجد شہید گنج لاہور کے سانحے اور مسلمانانِ ہند کی صورت حال پہ کلام کیا گیا ہے۔ اسی طور ساتویں خط میں قیام پاکستان کے تناظر میں گفت گو کی گئی ہے۔ یہ مکتوبات سردار کرم خان کے نبیرہ راجا برکات احمد کے پاس محفوظ تھے۔ ۱۵ اگست ۲۰۰۶ء کو تمام مکتوبات انھوں نے راقم الحروف کو دے دیے اور اب یہ مکتوبات مخدومہ امیر جان لائبریری نڑالی میں محفوظ ہیں۔

امیر حزب اللہ کا ایک خط راجا جہاں داد خان کے نام ہے۔ یہ خط ۱۲ جمادی الآخر ۶۳ [۱۳ھ] کا مکتوبہ ہے اور جلال پور سے بھیجا گیا۔ امیر حزب اللہ نے اپنے خط میں انھیں کچھ یوں مخاطب کیا ہے: محبِ مخلص جہانداد خان صاحب سلمہٗ۔ راجا جہاں داد چوں کہ ایک عرصہ امیر حزب اللہ کے برادرِ خرد نواب سرمہر شاہ کی زمینوں کے نگران رہے، پس مکتوب ہذا اسی سلسلے میں لکھا گیا۔ یہ خط بھی اب مخدومہ امیر جان لائبریری میں محفوظ ہے۔

امیر حزب اللہ کا ایک اور مکتوب مولوی میر غلام مصطفیٰ کے نام ہے۔ مکتوب پر گو تاریخ درج نہیں لیکن یہ مکتوب ۱۹۳۳ء کا ہے، کیوں کہ مکتوب الیہ نے ۱۹۳۳ء میں درج ذیل استفتا اس وقت کے علما ومشائخ بہ شمول امیر حزب اللہ کو بھیجا تھا:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مردے/ میت کے ساتھ غلہ ونقدی، چاول، شیرینی، قرآن شریف وغیرہ قبرستان تک لے جانا، وہاں موجودہ امام مساجد کا دائرہ [دائرے] میں بیٹھ کر اس مال کا حیلہ (چکر دینا) کرنا؛ زاں بعد اس مال کو اپنے درمیان یا دیگر ملاؤں کے درمیان تقسیم کرنا کیا ہے؟ یہ بھی خیال رہے کہ میت کے جنازہ [جنازے] کے لیے جس جس دیہات کو بلایا جاتا ہے انھی دیہات کے امام مساجد کے مابین یہ اسقاط تقسیم ہوتا ہے۔ خواہ وہ افراد موجود ہوں یا نہ ہوں، ان کا حق قرار دیا جاتا ہے۔ اچانک کوئی مولوی یا ان دیہات کے علاوہ کا باشندہ موجود ہے اور وہ طلب کرے تو کہا جاتا ہے کہ تمھیں بلایا گیا ہے؟ جواب، نہیں، بس نہیں۔

۲-میت کے گھر والوں کو ان تمام ذکور واناث کو جو اسی دن تعزیت کے لیے آتے ہیں یا آئی ہیں، میت کے گھر سے طعام کھلانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

فریق اول: شرع میں ان کے جواز کی کوئی معتبر سند نہیں، لہٰذا ناجائز نہیں.

فریق ثانی: مدت مدید سے یہ رسم جاری ہے. آبا واجداد نے بھی کی، [سو] ان کی پیروی ہمارا فرض عین ہے، تاوقتیکہ ان کے ناجائز ہونے کی شرعی معتبر سند پیش نہ کرو.

۳-ہمارے خویش واقارب جو دور ونزدیک سے آتے ہیں، ان کو کھانا کیوں نہ دیں، جب کہ ان کے گھروں سے کھا کے آتے ہیں؟ جیسا فریق اول مدلل ثبوت پیش کر کے یقین دلاتے ہیں تو کہتے ہیں چلو اس گھر نہ سہی تو دوسرا رشتہ دار کھانا دے تو کیا ہرج ہے؟

فریق اول: اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ اگر وہ کھانا ان تمام ذکور واناث کو جو تعزیت کے لیے آتے ہیں، خواہ عزیز ہوں یا غیر عزیز (آبادی کے جملہ مسلمان) دینا قطعاً ناجائز ہے.، کیوں کہ یہ فعل استحکامت [استقامت] پکڑ کر غربا وامرا سب پر یکساں طور پر حاوی ہو جائے گا. میت کے غریب ورثا کے مہمانوں کو سب برادری کا دوسرا آدمی کھانا کھلائے گا تو جب اس کے گھر موت واقع ہوگی تو وہ بھی خواہاں ہوگا کہ وہ غریب رشتہ [رشتے] دار آج [ان] مہمانوں کو کھانا کھلائے، نہ کھلانے کی صورت میں مطعون ٹھہرایا جائے گا. تو فریق اول ان جملہ قباحتوں اور دشواریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہ زبان حق صدا بلند کرتا ہے کہ اس دن سوائے ان مہمانوں کے جو میت کے قریب قریبی رشتہ دار ہوں، ان کی موجودگی بہ وقت تجہیز و تکفین ضروری ہو اور وہ دور کے رہنے والے ہوں اور بعد [از] جنازہ گھر نہ جا سکتے ہوں؛ میت کے گھر سے کھانا جائز ہے لیکن اس کے لیے بھی گھر والوں کو خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے.

ضروری گزارش:

۱-اس علاقہ [علاقے] میں امام مسجد کو کوئی تنخواہ نہیں دی جاتی، نہ ہی گانو والوں کی طرف سے کوئی خاص معاش مقرر ہے. عموماً کاشت کاری اور بعض دیگر ذرائع سے روٹی کما کر کھاتے ہیں. ان ملاؤں کو اسقاط دینا جائز ہے یا ناجائز؟

۲-اگر ان علما کی تنخواہ یا دیگر سبیل معاش مقرر کی جائے تو لینا جائز ہے یا ناجائز؟

۳-اگر عوام تنخواہ یا فصلانہ دینا برداشت نہ کر سکیں تو لینا جائز ہے یا ناجائز؟

۴-اگر علما بغیر معاوضہ کے یہ حقوق ادا کریں تو کیا شرعاً ان کو بغیر معاوضہ کے ان حقوق کی ادائیگی ضروری ہے یا نہیں؟ نفی کی صورت میں کیا کیا جائے؟

آں جناب سے امید واثق ہے کہ جناب جلد از جلد مندرجہ بالا مسائل بہ حوالۂ کتاب [کتب] صحیحہ بہ قید عبارت عربی مع تشریح روشنی ڈال کر مشعلۂ ہدایت بنیں گے. بینوا وتوجروا. میر غلام مصطفیٰ

دیوی، علاقہ پٹھوار، ڈاک خانہ دیوی/تحصیل: گوجر خان/ضلع: راول پنڈی، بہ راستہ: مندرہ (پنجاب)

یکم جنوری ۱۹۳۳ء

امیر حزب اللہ کا اصل مکتوب تو دست یاب نہیں ہو پایا البتہ اس کا متن مولوی میر غلام مصطفیٰ کی مرتبہ و مکتوبہ بیاض میں نقل کیا گیا ہے، جس میں انھوں نے اپنے استفتا کے جواب میں معاصر علما و مشائخ کے فتاویٰ و مکتوبات نقل کیے ہیں. یہ بیاض اب مخدومہ امیر جان لائبریری میں محفوظ ہے.

آخر میں بہ طور ضمیمہ منشی محمد عالم، محرر خصوصی مرکزی دفتر حزب اللہ کے دو مکتوبات بہ نام سردار راجا کرم خان نقل کر دیے گئے ہیں. ان مکتوبات سے سردار کرم خان کی حزب اللہ سے وابستگی کا دورانیہ متعین ہوتا ہے نیز یہ اطلاع بھی ملتی ہے وہ کس سال حزب اللہ کی مرکزی شوریٰ کے رکن منتخب کیے گئے.

(۵)

مکتوبات بنام رسالدار راجا م کرم خان

بسمہ اللہ تعالیٰ

۱

جلال پور شریف

۱۲ اگست ۳۳ [۱۹]ء

محب مخلص رسالدار کرم خان صاحب زاد محبتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ. مراسلہ کاشف حالات ہوا. آپ کے رشتہ [رشتے] دار کی ناگہانی وفات کا بڑا افسوس ہے. دعا ہے کہ خداوند کریم انھیں غریق رحمت فرمائیں، امین. معاملہ جس کے لیے آپ کو جلال پور شریف طلب کیا گیا تھا چوں کہ نہایت ضروری ہے، اس لیے آپ کو دوبارہ تکلیف دی جاتی ہے، کہ چوں کہ یہ فقیر براستہ جہلم شملہ جا رہا ہے. اس لیے آپ ۶ اگست کو بروز اتوار دو پہر سے پہلے ہمیں جہلم عزیز القدر سید محمود شاہ سلمہٗ (۱۵) کی کوٹھی پر (جو کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر جہلم کی کوٹھی کے متصل واقع ہے) ضرور ملاقی ہوں. جب کہ اسی دن ۴ بجے شام ہم نے لاہور چلا [چلے] جانا ہے. اُمید کہ آپ اب کسی مزید توقف وتاخیر کے روادار نہ ہوں گے اور اپنی مسلمہ حمیت و خلوص کا عملی ثبوت دیں گے. زیادہ بہ وقت ملاقات.

خیر طلب: فقیر ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ کان اللہ لہ، سجادہ نشین وامیر حزب اللہ

بسم اللہ تعالیٰ

۲

جلال پور شریف

۱۶، جمادی الاول ۵۴ [۱۳]ھ

محبِ مخلص رسال دار کرم خان صاحب، کثر اللہ امثالکم واصلح بالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، امید کہ آپ قرین صحت وعافیت ہوں گے. آپ کو معلوم ہے کہ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ (۱۶) کا عرس مبارک اور حزب اللہ کا آٹھ واں سالانہ جلسہ ۵-۶ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۴-۵ ستمبر ۱۹۳۵ء کو منعقد ہونے والے ہیں. اور ارکان ورضا کاران حزب اللہ کے اطلاعی خطوط جاری ہو چکے ہیں. اور ان شاء اللہ حسبِ معمول برادران طریقت اور حزب اللہ سے تعلق رکھنے والے احباب سے شمولیت حاصل کریں گے. بہ ایں ہمہ موسم کی ناخوش گواری اور زمین دار طبقہ [طبقے] کی مصروفیتیں ایسے امور ہیں جو کہ ایک طرح کی رکاوٹ کا باعث ہو سکتے ہیں. اور ادھر مسلمانوں کے معابد ومساجد کے بقاو تحفظ کا سوال اور لاہور والی مسجد شہید گنج (۱۷) کے انہدام کا بے حد اہم معاملہ اس [کا] متقاضی ہے کہ مسلمانوں کا ایک زبردست اجتماع ہو، جس میں کہ ہم اپنے مستقبل اور آئندہ زندگی پر اکٹھے ہو کر غور کر سکیں. اور کوئی ایسی مؤثر تدبیر اختیار کر سکیں کہ آئندہ کے لیے دوسری قوموں کو ہمارے مذہبی معاملات میں دخل دینے کی جرأت نہ ہونے پائے. مسجد شہید گنج کے سلسلہ [سلسلے] میں اس فقیر نے جماعت کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے اپنی خدمات جس طریق سے پیش کی ہیں اور ان کا جو اخلاقی اثر پڑا ہے، اس کی کیفیت زبانی ظاہر کی جائے گی. اور سب کو اعتراف کرنا پڑے گا اور اس خالص مذہبی معاملہ [معاملے] میں حزب والوں نے سب سے بڑھ کر ایمانی جرأت سے کام لیا ہے. اب اس امر کی ضرورت ہے کہ ایسے [ایسی] نازک صورت حال کے موقعہ [موقعے] پر حزب اللہ کا جلسہ بارونق اور شان دار طریق سے ہو، تاکہ اسے ایک نمائندہ حیثیت حاصل ہو سکے. اور اس میں منظور ہونے والی قراردادوں کا اثر راعی اور رعایا دونوں پر یکساں پڑ سکے. اندریں حالات بہ حیثیت لنگر شریف کے ایک مخلص صادق اور حزب اللہ کے حقیقی بہی خواہ ہونے کے آپ کا فرضِ اولیں ہے کہ برادرانِ طریقت، ارکانِ حزب اللہ اور رضا کاران کو عرس مبارک اور حزب اللہ کے جلسہ [جلسے] پر زیادہ سے [زیادہ] تعداد میں شامل ہونے کی ترغیب دلائیں اور اپنے وسیع حلقۂ اثر میں اس امر کی پرزور ترغیب اشاعت کریں. اور نہ صرف اپنے گانو یا شہر میں اس قسم کا پراپیگنڈا کیا جائے، بل کہ اپنے قرب وجوار کے اور ملحقہ دیہات [دیہاتوں] میں اپنے متعلقین اور تعلق داروں کو پرزور ترغیب دلائی جائے. اور بے شک ہماری طرف سے بھی ایما کر دیا جائے کہ قوم ومذہب کی عزت وناموس کے سوال پر سب کو اکٹھا ہونا بے حد ضروری مسئلہ ہے. اور اپنے [اپنی] قسمت کا فیصلہ سننے ہی [نہیں] بل کہ کرنے کے لیے تمام افراد کا شامل ہونا ازبس لازم. آپ خود بھی زائرین عرس وشاملین جلسہ کے ہم راہ ہی ایک باقاعدہ جمعیت بن کر آئیں، کیوں کہ ایک ذمہ [ذمے] دار شخص کی عدم موجودگی لوگوں کے ارادوں کی تکمیل میں حارج ہو جایا کرتی ہے. یہ [اس] چٹھی [کو] کوئی خفیہ چٹھی نہ سمجھیں بلکہ [آپ] اس امر کے مجاز ہیں کہ اس کا مضمون دوسرے احباب کو بھی سنا دیں. اور ہماری طرف نے [سے] ایک طرح کا پیغام پہنچا دیں کہ: مسلمانو! آؤ، سب مل کر اپنی زندگی میں اسلام کی کوئی خدمت بجا لائیں اور مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لگانے کے لیے عملی جدوجہد سے کام لیں. خیر طلب: فقیر ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ کان اللہ لہٗ، سجادہ نشین وامیر حزب اللہ

بسم اللہ تعالیٰ

[جلال پور شریف]

[جون ۱۹۴۱ء]

محب مخلص رسالدار کرم خان سلمہٗ

السلام علیکم، آپ کے موضع کے ارکان و رضا کاران حزب اللہ کی مشترکہ چٹھیاں معہ فہرست مشمولہ ارسال ہیں. آپ اس فہرست کے مطابق تقسیم کر کے انھیں جلسہ میں مشولیت کے لیے پر زور ترغیب دلائیں. والسلام

نام	ولدیت	قومیت
نواب خان	باز خان	راج پوت
شادمان خان	مرتضیٰ خان	ایضاً
غلام حسن	شیر	چوہان
محمد عباس	قاسم خان	راج پوت
رسالدار کرم خان	حیدر خان	ایضاً
جمعدار جہاں داد خان	فرمان علی	ایضاً
فیض بخش	روشن علی خان	ایضاً
حکم داد	فرمان علی	ایضاً
مدد خان	بہادر خان	ایضاً
محمد افضل خان	امام بخش	ایضاً
جہاں داد	نواب خان	ایضاً
شہامد علی	پیر بخش	ایضاً
سوداگر	وہاب الدین	ایضاً
محمد اشرف خان	مقرب خان	ایضاً
فضل داد	فیض بخش	ایضاً
محمد مظفر خان	بوستان	منہاس
مدت خان	بہادر	راج پوت
غلام حسن	شیر	چوہان
شیر احمد	غزن خان	راج پوت
سوداگر	وارث	حجام

محمد یوسف	رسال دار کرم خان	راج پوت
بوٹا خان	رستم خان	ایضاً
دولت خان	سیف علی	ایضاً
محمد زمان	قاسم خان	ایضاً
فضل حسین	گلاب خان	ایضاً
کریم بخش	بہادر علی	مراثی
محمد صادق	سجاول	راج پوت
مرزا	وہاب خان	ایضاً
عبداللہ	خدا بخش	ایضاً
محمد اصغر	فرمان علی	ایضاً
راج ولی	وہاب الدین	ایضاً
حافظ دوست محمد	حافظ علم الدین	بھٹی
محمد شریف	مکھن	حجام
محبوب حسین	مہدی خان	نارمہ
علی اکبر	سیف علی	راج پوت
اسحابل خان	شہامد خان	ایضاً
لوراسب خان	خدا داد خان	نارمہ راج پوت

فقیر ابوالبرکات سید محمد فضل کان اللہ لہ، سجادہ نشین و امیر حزب اللہ

بسم اللہ تعالیٰ

۴

جلال پور شریف

۱۸ جنوری [۱۹۴۲ء]

محب مخلص رسال دار صاحب زاد مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، امید کہ بفضلہٖ آپ بہ خیریت تمام ہوں گے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں آپ کا ہم شیرہ زادہ جہاں داد خان آج کل عزیز القدر نواب صاحب (۱۸) کے مربع جات پر کاردار ہے اور اپنی حسن کارگردگی سے اس نے ہم سب کو خوش کیا ہوا ہے۔ اس کے خانگی حالات گو اس کے متقاضی تو نہیں کہ اسے سبک دوش کر دیا جائے مگر عزیز القدر نواب

صاحب کا خیال ہے جس سے...... متفق الرائے ہے کہ کم ازکم ایک سال اس کی خدمات سے اور فائدہ اٹھایا جائے، لیکن یہ تب ہوسکتا ہے کہ آپ اس کے گھر کے انتظامات کی دیکھ بھال......کوئی ایسا اچھا انتظام کردیں جس سے کہ وہ مطمئن ہوکر اپنے فرایض منصبی یک سوئی سے انجام دے سکے۔ایک ہی مرتبہ اگر اس کا واپس جانا ناگزیز ہوا تو اسے اجازت دے دی جائے گی۔امید کرتا ہوں [اس] معاملہ [معاملے] میں آپ اس کے ساتھ پوری عملی ہم دردی کریں گے۔اور ایک آدھ نوکر اور رکھ کر اس کا کام چلانے کی کوشش کریں گے۔جب کہ اس کی خدمات کا آپ کو بھی بہ حیثیت معاون کار ہونے کے برابر عرصہ ثواب پہنچے گا۔والسلام

خیر اندیش: احقر محمد فضل شاہ کان اللہ لہٗ، سجادہ نشین و امیر حزب اللہ

بسمہ اللہ تعالیٰ

۵/ کارڈ

جلال پور شریف

۱۸ جمادی الاول ۶۲ [۱۳ھ]

محبِّ مخلص رسال دار کرم خان صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔امید کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ بہ خیریت تمام ہوں گے۔جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عرس مبارک اور حزب اللہ کا سالانہ اجلاس نہایت ہی گرم موسم میں آرہے ہیں اور اس موقعہ [موقعے] پر بغیر سائے بانوں کے گزارا نہیں ہوسکے گا۔اس لیے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ آپ حسبِ معمول سابق اپنا شامیانہ بمعہ چوبوں کے یکم جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ مطابق ۵ جون ۱۹۴۳ء کو کسی خاص ذریعہ [ذریعے] سے ضرور پہنچادیں۔آپ کا شامیانہ بہ حفاظت یہاں رکھا جائے گا۔جسے آپ عرس مبارک کے بعد واپس لے جاسکیں گے۔امید کہ آپ اپنے مسلمہ خلوص و محبت کی بنا پر مورخہ ۵ جون ۴۳ [۱۹ء] کو اپنا شامیانہ بمعہ چوبوں کے یہاں پہنچادینے میں کسی قسم کا تأمل نہ کریں گے۔والسلام

خیر طلب: فقیر ابوالبرکات سید محمد فضل کان اللہ لہٗ، سجادہ نشین و امیر حزب اللہ

محبِّ مخلص رسال دار پنشنر کرم خان صاحب

مقام، سود بھڈانہ، ڈاک خانہ جھنگی پھیرو/ دولتالہ، تحصیل گوجر خان، ضلع راول پنڈی

بسمہ اللہ تعالیٰ

۶/ کارڈ

جلال پور شریف

۱۲ جمادی الاول ۶۳[۱۳ھ]

محب مخلص رسال دار کرم خان صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ. امید کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ قرین صحت وعافیت ہوں گے. جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عرس مبارک اور حزب اللہ کا سالانہ جلسہ بالکل قریب آ گئے ہیں اور ان ایام میں موسم سخت گرم ہوگا اور شامیانوں کی خاص کر ضرورت ہوگی اس لیے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ آپ حسبِ معمول سابق اپنا شامیانہ بمعہ چوبوں کسی خاص ذریعہ [ذریعے] سے مورخہ ۱۴ مئی بروز بدھ وار کو ضرور یہاں پہنچا دیں. اور عرس مبارک کے بعد آپ کا شامیانہ بہ حفاظت تمام آپ کو واپس دے دیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ. جسے آپ واپسی کے وقت [اپنے] ہم راہ لے جا سکیں گے. والسلام

خیر طلب: فقیر ابوالبرکات سید محمد فضل کان اللہ لہٗ، سجادہ نشین وامیر حزب اللہ

<u>بسمہ اللہ تعالیٰ</u>

۷

جلال پور شریف

۲۰ جمادی الاول ۱۳۶۷ھ

فدائے اسلام وجان نثار ملت، اللہ کریم ہر نیک کام میں آپ کے مددگار رہوں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، امید کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ قرین صحت وعافیت ہوں گے. جیسا کہ آپ جانتے ہیں حزب اللہ کا اکیس واں سالانہ اجلاس بہ تقریبِ عرس مبارک حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ۵/۶ جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۶/۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء موافق ۴/۵ بساکھ ۲۰۰۵ سمت بکرمی بہ روز جمعہ وہفتہ منعقد ہونے والا ہے، انعقاد پذیر ہوگا. ان شاء اللہ تعالیٰ. گذشتہ سال مسلمانوں کے لیے ایک آزمایش اور امتحان کا سال تھا اور براعظم ہند میں بسنے والے فرزندان توحید کو گذشتہ ایام جن مصایب ونواب [نوایب] سے دوچار ہونا پڑا ہے. اور ان پر ظلم وستم کے جو پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں. مشرقی پنجاب، دہلی، یوپی کے چند اضلاع اور ہندو وسکھ ریاستوں میں ان کا جو قتل عام ہوا ہے. اور لاکھوں کلمہ پڑھنے والے مسلمان محض توحید اور رسالت پر اعتقاد رکھنے کے جرم میں جس بے دردی کے ساتھ شہید کیے گئے ہیں. اور ایک کروڑ کے قریب مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے ہیں. اور آج خانماں برباد ہو کر در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں. اور اسی پر اکتفا نہیں دشمنانِ اسلام کی نظروں میں خداداد ملکِ پاکستان ابھی تک کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے. اور اگر ان کا بس چلے تو پاکستان کی سرزمین کو بھی وہ اسلام اور مسلمین سے خالی کر کے دم لیں. مسلمانوں کا نام صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے بڑے زور وشور سے تیاریاں ہو رہی ہیں. اور ہماری کم زوری، بے حسی اور ناعاقبت اندیشی [عاقبت نا اندیشی] سے پہلے ہی کیا کچھ نہیں ہوا کہ ابھی مزید خطرات کا سامنا ہو رہا ہے. ادھر لفظی پاکستان تو مل گیا مگر ابھی تک حقیقی پاکستان نہیں بن سکا. اور حکومت الٰہیہ کی [کا] خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکی [سکا]. غرض پاکستان کا مسلمان عجیب مخمصہ [مخمصے] میں جا پڑا ہے، ایک طرف اس کے جسم کو دشمنان اسلام کے تیر وتفنگ کا خطرہ ہے اور دوسری طرف اس کی روح کو بے دینی والحاد کی بہتی ہوئی رو کا ڈر. اب

آخری کش مکش ہونے والی ہے کہ پاکستان کا مسلمان اپنا جسم بے رحم دشمنوں کے حوالہ [حوالے] کر کے اور اپنی روح مغرب زدہ اور اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ارباب اقتدار کے سپرد کر کے ہمیشہ کے لیے اپنی ہستی کھو بیٹھے اور اپنا دین مٹا دے. اور یا اپنی بلند ہمتی، پختگی ارادہ، مستحکم عزم سے کام لے کر ایک طرف کفار و مشرکین سے دو دو ہاتھ کرنے کے بعد اپنی یک جہتی و اتحاد عمل سے حکومت کو مجبور کر دے کہ وہ اگر کوئی آئین بنائے تو قرآنی تعلیمات کے عین مطابق. اور اگر کوئی نظام بنے تو شرعی احکام کے ماتحت. اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی زمین پر اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون رائج ہو. اور پاکستان صحیح معنوں میں پاکستان بن سکے. آیندہ اجلاس میں متذکرہ بالا اور اسی قسم کے دوسرے ضروری معاملات زیر بحث آئیں گے. جن پر کہ مسلمانوں کی آیندہ بہتری اور ان کے خوش گوار مستقبل کا انحصار ہے. اندریں حالات نہایت ضروری ہے کہ آپ اس اجتماع کی اہمیت کو مسلمان بھائیوں کے سامنے بالعموم اور ارکان ورضا کارانِ حزب اللہ کے روبرو بالخصوص واضح کرتے ہوئے انھیں جلسہ [جلسے] میں شرکت پر آمادۂ کار بنائیں؛ اور عند اللہ ماجور ہوں. گذشتہ سال امن وامان برقرار رکھنے کے لیے ٹولیاں بنا کر چلنے سے منع کیا گیا تھا مگر امسال ہیچ قسم کوئی پابندی موجود نہیں. وہ پہلے کی طرح ٹولیاں بنا کر چلیں اور اپنا نشانِ امتیازی تلوار یا لاٹھی وغیرہ ہم راہ لائیں. اگر آپ زائرین عرس مبارک وشاملین جلسہ کے ہم راہ آئیں تو آپ کی معیت ان کی تنظیم کے لیے مشعل راہ ہوگی. واللہ معکم

خیر طلب: فقیر ابوالبرکات محمد فضل شاہ، کان اللہ لہ: سجادہ نشین وامیر حزب اللہ

بسم اللہ تعالیٰ

۸

[جلال پور شریف]

مارچ ۵۰ء [۱۹ء]

محبِّ مخلص رسال دار کرم خان صاحب زاد محبتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ. امید کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ بہ خیریت تمام ہوں گے. آپ کے موضع کے ارکان ورضا کاران حزب اللہ کے نام کی مشترکہ چٹھی مع فہرست مشمولہ ارسال ہے. آپ ان کو اکٹھا کر کے اس کے مضمون سے [انھیں] آگاہ کریں اور ساتھ ہی انھیں جلسہ [جلسے] میں شمولیت کی پرزور ترغیب دلائیں. والسلام

نمبر شمار	نام	ولدیت	قومیت
۱	نواب	باز خان	راج پوت نارے
۲	شادمان خان	مرتضیٰ خان	ایضاً
۳	غلام حسین	شیر	چوہان [فوت ہوگیا]
۴	محمد عباس	قاسم خان	راج پوت نارمہ

۵	جمع دار جہاں داد خان	فرمان علی	ایضاً
۶	فیض بخش	روشن علی خان	ایضاً [فوت ہو گیا]
۷	شیر محمد	غلام علی	ایضاً
۸	حکمداد	فرمان علی	ایضاً [فوت ہو گیا]
۹	مدد خان	بہادر خان	ایضاً
۱۰	محمد افضل خان	امام بخش	ایضاً
۱۱	جہاں داد خان	نواب خان	ایضاً
۱۲	شہامد علی	پیر بخش	ایضاً
۱۳	سوداگر	وہاب خان	ایضاً
۱۴	محمد اشرف	مقرب خان	ایضاً [فوت ہو گیا]
۱۵	فضل داد	فیض بخش	ایضاً
۱۶	محمد مظفر خان	بوستان خان	منہاس راج پوت [فوت ہو گیا]
۱۷	مدد خان	بہادر	ایضاً
۱۸	شیر احمد	غزن خان	راج پوت [فوت ہو گیا]
۱۹	سوداگر	وارث	حجام
۲۰	محمد یوسف	رسال دار کرم خان	راج پوت
۲۱	بوٹا خان	رستم خان	ایضاً
۲۲	دولت خان	سیف علی	ایضاً
۲۳	محمد زمان	قاسم خان	ایضاً
۲۴	فضل حسین	گلاب خان	ایضاً
۲۵	کریم بخش	بہادر علی	میراثی
۲۶	محمد صادق	سجاول خان	راج پوت
۲۷	مرزا	وہاب خان	ایضاً
۲۸	عبداللہ	خدا بخش	ایضاً
۲۹	محمد اصغر	فرمان علی	ایضاً
۳۰	راجولی	وہاب خان	ایضاً
۳۱	حافظ دوست محمد	حافظ علم دین	بھٹی

۳۲	محمد شریف	مکھن	حجام
۳۳	محبوب حسین	مہدی خان	نارے
۳۴	علی اکبر	سیف علی	راجپوت
۳۵	اسماعیل خان	شہامد خان	ایضاً
۳۶	نواب خان	خداداد خان	نارے راج پوت
۳۷	حکم داد	سیف علی	ایضاً
۳۸	فضل نصیب	مکھن خان	حجام
۳۹	شہاب الدین	شہامد الدین	مصلی [چلا گیا]
۴۰	محمد بوٹا	محمد امین	موچی [فوت ہو گیا]
۴۱	محمد عنایت	محمد اصغر	راج پوت
۴۲	سلطان محمد	وہاب خان	ایضاً
۴۳	سرور	فضل دین	موچی
۴۴	سیدا	سجاول	راج پوت
۴۵	محمد وادی	عباس خان	ایضاً
۴۶	صابر	غلام حسین	موچی
۴۷	گستاسب خان	احمد خان	راج پوت
۴۸	الطاف حسین	محمد افضل خان	ایضاً
۴۹	نادر خان	شہامد علی	ایضاً
۵۰	کرامت حسین	گلاب خان	ایضاً
۵۱	خالس [خالص] خان	محمد اصغر	ایضاً [فوت ہو گیا]
۵۲	اورنگ زیب	نواب خان	ایضاً [فوت ہو گیا]
۵۳	امیر افسر	شادمان خان	راج پوت

فقیر ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ کان اللہ لہٗ، سجادہ نشین وامیر حزب اللہ

بسم اللہ تعالیٰ

۹

جلال پور شریف

مارچ ۵۰ء[۱۹ء]

محبِّ مخلص رسالدار کرم خان صاحب زادلطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ. امید کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ بہ خیریت تمام ہوں گے. جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عرس مبارک بالکل قریب آ رہا ہے اور اس وقت شامیانوں کی خاص ضرورت ہے. اس لیے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ آپ اپنا شامیانہ بمعہ چوبوں کے حسبِ معمول سابق کسی ذریعہ [ذریعے] سے یہاں بھیج دیں اور یکم جمادی الثانی ۶۹ [۱۳ھ] مطابق ۲۱ مارچ ۵۰ [۱۹ء] بروز منگل وار ضرور بالضرور آپ کو اپنا شامیانہ بمعہ چوبوں کے یہاں پہنچا دینا چاہیے. اور عرس مبارک کے بعد آپ کا شامیانہ معہ چوبوں کے آپ کو دے دیا جائے گا. جسے آپ واپس ہم راہ لے جاسکیں گے.

خیر طلب: فقیر ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ کان اللہ لہٗ، سجادہ نشین و امیر حزب اللہ

....

بنام: راجا جہاں داد خان

بسم اللہ تعالیٰ

۱۰/کارڈ

جلال پور شریف

۱۲ جمادی الآخر ۶۳ [۱۳ھ]

محبِّ مخلص جہاں داد خان صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ. مراسلہ کاشف حالات ہوا. عزیز القدر نواب صاحب سلمہٗ کو آدمی ملنے میں کوئی دقت نہیں ہے لیکن انھیں آپ کی عقیدت اور دیانت داری اور فرض شناسی پر اعتماد ہے. اس لیے وہ آپ کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے اور ہماری رائے بھی یہی ہے کہ جس صورت میں کہ نواب صاحب آپ پر خوش ہیں اور آپ کے کام سے مطمئن ہیں تو آپ کو ان کے پاس رہنا چاہیے. آپ کی والدہ صاحبہ کی بیماری سے افاقہ کی خبر سے اطمینان ہوا. دعا ہے کہ خداوند کریم آیندہ بھی انھیں ہمہ قسم علل واسقام سے محفوظ و مامون رکھیں. امین. آپ کے بھائی جمع دار محمد اصغر خان صاحب کے جمیع مقاصد کی براری کے لیے حاضری روضۂ عالی بارگاہ ہے. خیر طلب: فقیر ابو البرکات سید محمد فضل کان اللہ لہٗ، امیر حزب اللہ و سجادہ نشین

محبِّ مخلص جہانداد خان صاحب

مقام، سودبھڈانہ، ڈاک دولتالہ، تحصیل گوجر خان، ضلع راول پنڈی

....

بہ نام: مولوی میر غلام مصطفیٰ

بسم اللہ تعالیٰ

محبِّ مخلص ہیڈ ماسٹر صاحب سلمہ ربہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ. مراسلہ صادر ہو کر کاشف حالات ہوا. جواب میں تاخیر بہ سبب عدیم الفرصتی کے ہوئی. جمعہ [جمعے] کے متعلق حسب الایما آپ کے، ایک علاحدہ فتوالفافہ ہذا میں بھیجا جاتا ہے. دیگر مردہ کی روٹی وغیرہ صدقات کی نسبت ساتھ گروہوں کی جو مختلف رائیں [آرا] ہیں اور جوان کے دلائل ہیں تمام ملاحظہ کیے. بندہ [بندے] کو گروہ نمبر ۵ اور نمبر ۷ کے ساتھ اتفاق اور اتحاد ہے، باقی جملہ گروہ غلطی پر ہیں. جو فریق کہتا ہے کہ مردے کے پیچھے سے کسی قسم کے صدقہ وغیرہ کا ثواب نہیں پہنچتا ہے وہ سراسر غلطی پر ہے. اس کے جواب میں نمبر ۵ کے دلائل: وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ -الخ (۱۹) ،اور ام سعد کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کنویں کے متعلق حکم دینا کافی ہے. (۲۰) دیگر جو آج کل رسومات مروجہ کے ماتحت روٹی وغیرہ گانو میں دی جاتی ہے اس کا شرعاً کوئی فائدہ میت کے لیے نہیں. عمل کا دارومدار نیت پر ہے بہ مصداق: انما الاعمال بالنیات .(۲۱) یہ تمام نام ونمود اور شریک داری کے لیے ہے، کوئی خاص لوجہ اللہ نہیں. اور پھر اس صورت میں کہ سودی قرضہ لینے سے بھی دریغ نہیں اور صرف ناک کی خاطر سب کچھ کرنا بالکل ممنوع ہے. ہاں! اگر حسب توفیق فی سبیل اللہ طعام وغیرہ پکا کر مساکین لوجہ اللہ کھلا دے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے تو شرعاً کوئی مضایقہ نہیں، بل کہ جائز اور مستحسن ہے. لیکن جو لوگ یہ خیال کریں کہ سوائے طعام مروجہ کے اور کسی قسم کا صدقہ جائز ہی نہیں ہے اور اس کو ضروری فرائض میں سے تصور کریں جیسا کہ آج کل رواج ہے اور اس سے مسلمان تباہ اور برباد ہو رہے ہیں، جس کے متعلق ہم نے اپنی کتاب حزب اللہ میں توضیح کر دی ہے، وہ بالکل منع ہے. مسلمانوں کو اس سے حتیٰ الامکان بچنا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو اہل میت کی بہ وقت مصیبت امداد و دست گیری کرنی چاہیے. جیسا کہ گروہ نمبر ۷ کا خیال ہے نہ کہ بہ وقت مصیبت ایک اور مصیبت نان ونفقہ کی ان پر ڈال دیں. ہاں! جو باعث تعزیت کے لیے آئے ہیں، ان کو کھانا کھلانے میں شرع میں چنداں ہرج نہیں. ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب. فقیر ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ کان اللہ لہٗ، امیر حزب اللہ وسجادہ نشین

ہذا الجواب صحیح لا ریب فیہ: نور محمد خادم حزب اللہ چک مجاہد

....

ضمیمہ

بسمہ اللہ تعالیٰ

۱

جلال پور شریف

۱۰ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ

مکرمی ومحترمی رسالدار کرم خان صاحب، رکن مجلس شوریٰ حزب اللہ زاد عنایۃٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ. چونکہ مقررہ قواعد کے مطابق مجلس منتظمہ حزب اللہ کے صدر ہونے کی حیثیت سے آپ

مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہو چکے ہیں. اس لیے اطلاعاً قلمی ہے کہ آپ مجلس شوریٰ کے اجلاس بہ تاریخ ۵ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۵ مارچ ۱۹۵۰ء بروز ہفتہ تین بجے بعد از نماز ظہر بہ صدارت حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی بہ مقام جلال پور شریف منعقد ہوگا؛ ضرور شرکت حاصل کریں. اور جونئی قابل عمل تجاویز وہاں ارکان مجلس شوریٰ کی طرف سے پیش ہوں ان کی منظوری یا عدم منظوری کی مباحث میں حصہ لیں. نیز آپ اس امر کے مجاز ہیں کہ جماعت کی ترقی اور بہبود کے لیے کوئی قرارداد مجلس شوریٰ میں پیش کر سکیں. لیکن یہ ضروری ہے کہ اس قرارداد کی نقل مجلس شوریٰ کے انعقاد سے ایک ہفتہ پہلے دفتر مرکزی میں پہنچ جائے اور اگر آپ نے مجوزہ قرارداد کی نقل پہلے نہ بھیجی تو قواعد مقررہ کے ماتحت پھر آپ اسے مجلس شوریٰ میں پیش نہیں کر سکیں گے. والسلام

نیاز کیش: منشی محمد عالم، محرر حزب اللہ

بسمہ اللہ تعالیٰ

۲

جلال پور شریف

شوال المکرم ۶۹[۱۳ھ]

مکرم و محترم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ. جیسا کہ آپ جانتے ہیں حضرت مولانا قبلہ سجادہ نشین صاحب جلال پور شریف و امیر حزب اللہ نے بجائے موسم بہار کے اب نومبر و دسمبر کے مہینوں میں اپنا سالانہ دورہ رکھ دیا ہے. چنانچہ امسال بھی ان شاء اللہ اسی موسم میں دورہ کیا جائے گا. چونکہ آپ حزب اللہ کے خاص معاونین میں سے ہیں اور آغاز کار سے اس مبارک تحریک میں سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں، اس لیے آپ کی توجہات کا انعطاف کرایا جاتا ہے کہ آپ اپنے علاقہ [علاقے] کے اچھے موزوں اور مرکزی مقامات سے جہاں کے لوگ حزب اللہ کا دورہ اپنے ہاں رکھوانے کے دل سے متمنی ہوں؛ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ان کی طرف سے درخواستیں حضرت ممدوح کے اسم گرامی پر بھجوا دیں تا کہ انھیں مجلس ترتیب پروگرام کے موقعہ [موقع] پر طلب کیا جا سکے جو کہ بہت جلد انعقاد پذیر ہونے والی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ. ایسا نہ ہو کہ بے خبری کے باعث بعض شایقین یہ سعادت حاصل نہ کر سکیں اور بعد میں انھیں افسوس کرنا پڑے. والسلام

خادم: منشی محمد عالم، محرر خصوصی: دفتر مرکزی حزب اللہ

حوالہ جات و حواشی:

۱۔ عبدالغنی، ڈاکٹر محمد، امیر حزب اللہ، جلال پور، ادارہ حزب اللہ، جمادی الاول ۱۳۸۵ھ/ستمبر ۱۹۶۵ء، اول، ص: ی

۲۔ ایضاً، ص: ے

۳۔ ایضاً،ص ۱۱

۴۔ حسن نواز شاہ، گوجر خان کے سہروردی مشائخ، نڑالی، مخدومہ امیر جان لائبریری، دسمبر ۲۰۱۳ء، اول، ص ۳۹

۵۔ حسن نواز شاہ، تحصیل گوجر خان میں پنجابی کی شعری روایت، مشمولہ، کلیات حاجی محمد عالم، لاہور، اورینٹل پبلی کیشنز، دسمبر ۲۰۰۷ء، اول، ص ۳۴-۳۵

۶۔ ایضاً،ص ۴۲

۷۔ حسن نواز شاہ، گوجر خان کے سہروردی مشائخ، ص ۵۹

۸۔ عبدالغنی، ص ۸۵۳

۹۔ بہ مطابق کتبۂ قبر

۱۰۔ حسن نواز شاہ، تحصیل گوجر خان میں پنجابی کی شعری روایت، مشمولہ، کلیات حاجی محمد عالم، ص ۴۱-۴۲

۱۱۔ برکات احمد، راجا (پ: ۱۹۵۵ء)، مکالمہ از راقم، سود بھڈانہ، ۱۵ اگست ۲۰۰۶ء

۱۲۔ عبدالقدوس، ملک محمد، تذکرہ مردِ حق شناس، راول پنڈی، مولف خود، جولائی ۲۰۰۷ء، اول، ص ۵۶

۱۳۔ برکات احمد

۱۴۔ محمد صفدر، میاں (پ: ۱۹۳۵ء)، مکالمہ از راقم، ڈھوک میاں عبدالوہاب، ۲۶ ستمبر، ۲۰۰۵ء

۱۵۔ سید محمود شاہ (۱۳ جون ۱۹۰۳-۱۹۵۶ء)، امیر حزب اللہ کے تیسرے برادر خرد۔ ان کے احوال کے لیے دیکھیے:
عبدالغنی، ص ۵۱۵

۱۶۔ مراد، سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری

۱۷۔ لنڈا بازار لاہور میں جس جگہ کو اب شہید گنج کہتے ہیں، وہاں ایک مسجد تھی جسے دارا شکوہ کے خانساماں (بعد میں لاہور کا کوتوال) عبداللہ خان نے ۱۶۵۳ء میں بنوایا۔ ۹ جولائی ۱۹۳۵ء کی شب سکھوں نے مسجد کو شہید کر کے جگہ پہ قبضہ کر لیا۔ اس کی بازیابی کے لیے مسلمانان پنجاب نے تحریک چلائی اور یوں ۱۹۳۶ء میں مسجد کی جگہ دوبارہ مسلمانوں کے قبضے میں آئی۔ (قاسم محمود، سید انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا، سید قاسم محمود، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، جولائی ۲۰۰۴ء، پنجم، ص ۸۷۲)

۱۸۔ مراد، نواب سید محمد مہر شاہ۔ امیر حزب اللہ کے برادر خرد۔ ان کے احوال کے لیے دیکھیے:
عبدالغنی، ص ۵۱۵-۵۱۸
منیر احمد سلیچ، ڈاکٹر محمد، وفیات مشاہیر پاکستان، لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۶ء، ص ۸۶۳-۸۶۴

۱۹۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ

اَمَلًاo(القرآن،الکھف:٤٦)

وَيَـزِيْـدُ اللّٰهُ الَّـذِيْـنَ اهْتَـدَوْا هُـدًى ط وَالْبٰــــقِيٰـتُ الـصّٰـلِـحٰـتُ خَيْـرٌ عِـنْـدَ رَبِّكَ ثَـوَابًـا وَّخَيْـرٌ مَّرَدًّاo(القرآن،مریم:٧٦)

۲۰. حَـدَّثَـنَـا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، أَنَّهُ قَالَ :يَا رَسُـولَ الـلّـهِ، إِنَّ أُمَّ سَـعْـدٍ مَـاتَـتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟، قَالَ :الْـمَـاءُ، قَالَ :فَـحَـفَـرَ بِئْرًا، وَقَالَ: هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ.(سنن ابی داؤد، رقم: ١٦٨١)

۲۱. صحیح بخاری، رقم: ١

☆☆☆☆☆

اصلاحاتِ فاروقیؓ

عشرت حیات خان

"اے اللہ! عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو، اس کے ذریعہ سے اسلام کو غالب کردے"

آپ ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ " اللہ کے نزدیک ان دونوں میں سے عمر زیادہ پسندیدہ تھے" سیدنا عمر بن خطابؓ دوسرے خلیفۂ راشد ہیں۔آپؓ کو حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی وصیت کے مطابق خلیفہ بنایا گیا۔

آپؓ کا نام ونسب درج ذیل ہے۔

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب القرشی العدوی

آپؓ کا نسب کعب بن لوی بن غالب پر نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ سے جاملتا ہے۔

آپؓ کی کنیت ابوحفص ہے اور لقب فاروق ہے۔اس لیے کہ آپؓ نے جب اسلام قبول کیا تو اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کے درمیان کھلی جدائی ڈال دی۔آپؓ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔خوب گورے چٹے، سرخی مائل رنگ کے تھے۔دونوں رخسار، ناک اور دونوں آنکھیں نہایت خوب صورت تھیں۔دونوں پاؤں اور ہتھیلیاں موٹی تھیں۔گوشت سے بھرے ہوئے اعضاء، دراز قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔قد وقامت کے اتنے لمبے تھے کہ گویا آپؓ گھوڑے پر سوار ہوں۔نہایت طاقتور تھے، کمزور اور بزدل نہ تھے۔

آپؓ کا شمار عرب کے ان چند لوگوں میں ہوتا تھا جو پڑھے لکھے تھے۔بچپن ہی سے ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھایا۔ سختی اور تنگی کے ماحول میں جوان ہوئے تھے۔باپ خطاب سختی سے آپؓ کو چراہ گاہ کی طرف اونٹ چرانے کے لیے بھیجتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن حاطب بیان کرتے ہیں۔

"میں ضجنان میں عمر بن خطاب کے ساتھ تھا، آپؓ نے مجھ سے کہا میں اسی جگہ خطاب کے اونٹوں کو چراتا تھا، وہ بہت سخت تھے، میں کبھی اونٹ چراتا، کبھی لکڑیاں چننے چلا جاتا تھا"

(تاریخ ابنِ عساکر، طبقاتِ ابن سعد)

☆ ماہر مضمون، گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری اسکول، ملال (فتح جنگ)

آپؓ کو اپنی قوم کی تاریخ اور ان کے حالات جاننے میں دلچسپی تھی۔ عرب کی بڑی تجارتی منڈیوں عکاظ اور ذی المجاز میں جا کر لوگوں سے آثار و حالات دریافت کرتے رہتے تھے۔ تجارت کا پیشہ اپنایا۔ اس پیشہ کی وجہ سے آپؓ کا شمار مکہ کے مالدار تاجروں میں ہونے لگا۔ موسم گرما میں شام اور موسم سرما میں یمن کا تجارتی سفر کرتے تھے۔ عرب کے لوگ اپنے جھگڑوں کا تصفیہ کرانے کے لیے آپؓ کے پاس آتے تھے۔ "عمر، اسلام لانے سے پہلے عربوں میں ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتے تھے" (طبقات ابنِ سعد)

سفارت کا عہدہ آپؓ کے پاس تھا۔ (ابن الجوزی)

آپؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لے کر آئے۔ آپؓ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ کتب تواریخ و سیرت میں تفصیل سے لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہاں ہم حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے ابتدائی حالات کو سمیٹ کر اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ "حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی بطورِ خلیفۃ المسلمین اصلاحات"

اگرچہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کا عہدِ خلافت مسلمانوں کا سنہری دور ہے اور اس میں جہاں ایک طرف اسلامی سلطنت کی حدود بائیس لاکھ مربع میل تک پھیل گئی تھیں وہیں قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کا خاتمہ ہوا اور دوسری جانب آپؓ نے نظامِ حکومت میں ایسی اصلاحات متعارف کروائیں جو کہ قیامت تک کے حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ یہاں چند اصلاحات کا اجمالی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ایام بیماری میں ہی حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔ اس معاملہ پر آپؓ نے اہلِ شوریٰ اور صحابہ کرام سے بھی مشورہ کیا تھا۔ آپؓ نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد ۲۲۔ جمادی الثانی ۱۳ھ کو بالاتفاق منصبِ خلافت سنبھالا اور اپنے لیے خلیفۃ المسلمین یا امیر المومنین کا لقب پسند کیا۔ آپؓ نے اپنی خلافت کی بنیاد شوریٰ پر رکھی۔ آپؓ نے شوریٰ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

(الف) شوریٰ خاص

اس میں حضرت عثمان غنیؓ ، حضرت علیؓ ، حضرت طلحہؓ ، حضرت زبیرؓ ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ، حضرت معاذؓ ، حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت زیدؓ جیسے متقی اور اہل الرائے صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ ان سے فوری اور خصوصی مشورہ کیا جاتا تھا۔

(ب) شوریٰ عام

اس میں مدینہ منورہ کے تمام لوگ شامل ہوتے تھے۔ مسجد نبوی ﷺ میں لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا اور ان سے مشاورت کی جاتی تھی۔ مجلسِ شوریٰ خاص اور عام کے اجلاس مسجد نبوی ﷺ میں منعقد کیے جاتے تھے۔

صوبائی نظام

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اسلامی ریاست کو بارہ صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ان صوبوں کی تفصیل درج ذیل ہے

۱۔ مکہ معظمہ	۲۔بصرہ	۳۔خراسان
۴۔ مدینہ منورہ	۵۔کوفہ	۶۔فارس
۷۔ شام	۸۔مصر	۹۔آذربائیجان
۱۰۔ جزیرہ	۱۱۔فلسطین	۱۲۔یمن

گورنر

صوبوں میں حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی جانب سے گورنر مقرر کیے جاتے تھے۔گورنر کی تقرری میں شوریٰ سے مشاورت کی جاتی تھی۔حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کسی ایسے آدمی کو ہرگز عہدہ گورنری نہیں دیتے تھے جو خود اس عہدہ کا طالب ہوتا تھا۔آپ اس سلسلے میں فرماتے تھے۔"جس نے اس عہدہ کا مطالبہ کیا وہ اللہ کی مدد سے محروم رہا"

آپؓ سنتِ نبویﷺ کی اقتدا میں اس اصول پر قائم رہے۔حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اپنے گورنروں اور عمال کا بہت سختی سے احتساب کرتے تھے۔آپ جن اصحاب کو گورنر نامزد کرتے تھے ان کو درج ذیل ہدایات دیتے تھے۔

۱۔ ریشمی لباس نہیں پہنے گا۔

۲۔ باریک کپڑا نہیں پہنے گا۔

۳۔ دروازے پر دربان نہیں رکھے گا۔

۴۔ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔

۵۔ حاجت مندوں کے لیے اپنے دروازے بند نہیں کرے گا۔

۶۔ ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کرے گا۔

کتنی زبردست ہدایات تھیں۔آپ نے اپنے عمال کو حقیقی معنوں میں عوام کے سامنے جواب دہ بنایا تھا۔آپ نے گورنروں کی نامزدگی کے کچھ دیگر اصول وضوابط بھی طے کر رکھے تھے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اپنے گورنروں اور اپنے افسران کو سوداگری اور تجارت سے منع کرتے تھے۔خواہ وہ خریدنے والے ہوں یا فروخت کرنے والے۔

۲۔گورنر،عمال حکومت اور افسران کی تقرری سے پہلے ان کے اموال وجائیداد کی سختی سے جانچ پڑتال کرتے تھے۔

۳۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ اپنے قرابت داروں کو گورنر نہ بنایا جائے۔

۴۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ سرکاری عہدوں کے لیے صاحبِ فضیلت افراد کو چھوڑ کر ایسے افراد کو افسر بناتے جو

تجربہ کار اور صاحبِ بصیرت ہوں۔

(تاریخ طبری)

فوج

عہدِ اسلامی میں فوج کی اہمیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں آذر بائیجان، ایران، عراق، مصر، بیت المقدس، فلسطین، شام اور اُردن جیسے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل کیے گئے۔اس وقت کی عالمی طاقتیں کسریٰ (ایران) اور قیصر (روم) تھیں۔وہ دونوں حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں سرنگوں ہوئیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں پہلی بار باقاعدہ طور پر فوج کا محکمہ قائم کیا گیا۔فوج کو باقاعدہ اسلامی سلطنت کی طرف سے تنخواہیں دی جاتی تھیں۔باقاعدہ کے علاوہ رضا کار فوج بھی تھی۔اس کا مقصد ہنگامی ضرورت پڑنے میں بطورِ کمک باقاعدہ فوج کی مدد کے لیے بھیجنا ہوتا تھا۔جب کہ دوسرا اہم مقصد مسلمانوں میں جذبۂ جہاد برقرار رکھنا تھا۔فوج کے دستوں کی صورت میں تنظیم نو کی گئی تھی۔ہر دس آدمیوں پر امیر العشیر ہوتا تھا۔جب کہ سو آدمیوں پر امیر کو مقرر کیا جاتا تھا۔فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

۱۔دایاں حصہ ۲۔مرکزی حصہ ۳۔بایاں حصہ

ان تینوں دستوں سے آگے ہراول دَستہ ہوتا تھا۔اس کا مقصد دشمنوں کی نقل وحرکت پر نظر رکھنا ہوتا تھا۔اس کے علاوہ دشمن کی تعداد، جنگی ساز وسامان اور نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لیے جاسوس بھی فوج میں بھرتی کیے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ فوج میں پیدل دَستے اور سوار دَستے کی تقسیم بھی کی جاتی تھی۔سوار دستوں میں گھڑسوار دستے اور اونٹ دستے علاحدہ علاحدہ ہوتے تھے۔اس کے علاوہ فوج کا ایک اہم شعبہ تیر انداز دستہ ہوا کرتا تھا۔

جمعہ کے روز فوج کو چھٹی دی جاتی تھی جب کہ ہر چار ماہ بعد فوجی چھٹی پر اپنے آبائی علاقے اور گھروں کو جاسکتے تھے۔آپ نے مختلف شہروں میں فوجی چھاوٴنیاں تعمیر کرائی تھیں۔ان چھاوٴنیوں میں فوجیوں کے رہائش گاہیں (بیرکیں) تعمیر کی گئی تھیں۔ان چھاوٴنیوں میں گھوڑوں کے لیے اصطبل بھی بنائے جاتے تھے۔ان چھاوٴنیوں میں کم ازکم چار ہزار گھوڑے ساز وسامان سے لیس ہر وقت تیار رہتے تھے۔ہر گھوڑے کی ران پر داغ کر یہ لکھ دیا جاتا تھا۔

"جیش فی سبیل للہ" (البدایہ والنھایہ)

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں اہم چھاوٴنیاں درج ذیل تھیں۔

۱۔ملک شام کی فوجی چھاوٴنی

دمشق

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں بالترتیب تین صحابہ کرام اس کے ذمہ دارِ اعلیٰ بنے۔

۱۔حضرت زید بن ابی سفیانؓ

۲۔حضرت سوید بن کلثومؓ

۳۔حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ

۲۔حمص

۱۔حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراحؓ

۲۔حضرت عبادہ بن صامتؓ

۳۔ حضرت عیاضؓ

۴۔ حضرت سعد بن عامرؓ

۵۔حضرت عمیر بن سعدؓ

۶۔حضرت عبداللہ بن قرطؓ

۳۔قنسرین

۱۔حضرت خالد بن ولیدؓ

۲۔ حضرت عمیر بن سعدؓ

۴۔فلسطین

۱۔حضرت یزید بن ابی سفیانؓ

۲۔حضرت علقمہ بن مجززؓ

۵۔طبریہ (اُردن)

۱۔حضرت شرجیل بن حسنہؓ

۲۔حضرت یزید بن ابی سفیانؓ

۳۔حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے فوج کی تنخواہوں میں بھی کافی اضافہ کیا۔کم سے کم تنخواہ تین سو درہم سالانہ مقرر کی گئی ۔افسروں کی تنخواہ سات ہزار درہم سے دس ہزار درہم بڑھا دی گئی۔بچوں کا وظیفہ جو کہ دودھ چھوڑنے سے مقرر ہوتا تھا۔اب حکم دے دیا گیا کہ وظیفہ پیدا ہونے کے دن سے مقرر کر دیا جائے۔

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے فوج کے لیے رَسد کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا۔جس کا نام " اہراء " تھا۔شام

میں حضرت عمر بن عقبہؓ اس محکمہ کے افسر مقرر ہوئے۔تمام جنس اور غلہ اس محکمہ کے گوداموں میں جمع تھا اور مہینے کی پہلی تاریخ کو ہر سپاہی کا راشن تقسیم ہوتا تھا۔

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد میں فوج کی تقسیم مندرجہ ذیل انداز میں کی گئی تھی۔

ا۔ ''قلب'' سپہ سالار اس حصے میں رہتا تھا۔

۲۔ ''مقدمہ'' قلب کے آگے کچھ فاصلے پر ہوتا تھا۔

۳۔ ''میمنہ'' قلب کے دائیں ہاتھ پر ہوتا تھا۔

۴۔ ''میسرہ'' قلب کے بائیں ہاتھ پر ہوتا تھا۔

۵۔ ''ساضہ'' سب سے پیچھے

۶۔ ''طلیعہ'' گشت کی فوج جو دشمن کی افواج کی دیکھ بھال رکھتی تھی۔

۷۔ ''دہ'' ساقہ کے پیچھے رہتی تا کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر سکے۔

۸۔ ''رائد'' جو فوج کے چارہ اور پانی کی تلاش کرتی تھی۔

۹۔ ''دکسان'' اونٹ سوار

۱۰۔ ''فرسان'' گھڑ سوار

۱۱۔ ''راجل'' پیادہ

۱۲۔ ''رعادہ'' تیر انداز

قلعوں پر حملہ کرنے کے لیے منجنیق ایک اہم ہتھیار تھا۔حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں منجنیق کو بہت ترقی حاصل ہوئی۔ بڑے بڑے قلعوں کی فتح میں اس کو استعمال کیا گیا۔۱۶ ہجری میں بہرہ شیر کے محاصرے کے دوران ۲۰ منجنیق استعمال ہوئے۔قلعوں کے محاصرے کے لیے ایک ہتھیار بھی استعمال کیا جاتا تھا جسے ''دبابہ'' کہا جاتا تھا۔

خزانہ

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کا معاشی نظام پسے ہوئے طبقات کی بحالی کی بنیاد پر مشتمل تھا۔آپ نے معاشی نظام کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے معاشی نظام میں مزید اصلاحات کیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن درج ذیل تھے۔

ا۔زکوٰۃ

زکوٰۃ، ارکانِ اسلام کا ایک اہم معاشرتی اور تمدنی ستون ہے، اور پہلا اسلامی قانون ہے۔زکوٰۃ کو مال دار مسلمان کے مال میں سے فرض کیا گیا ہے۔حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے حضرت محمدﷺ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے

راستہ اور طرزِ عمل پر چلتے ہوئے ایک منظم شکل میں "بیت الزکوٰۃ" قائم کیا

ڈاکٹر اکرم ضیا العمری لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کی ملکیت میں گھوڑوں اور غلاموں کی کثرت ہوگئی تو صحابہ کرام نے حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کو رائے دی ان کے گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰۃ لی جائے۔ آپ نے یہ رائے پسند کی اور گھوڑوں اور غلاموں کو سامانِ تجارت مان کر، غلاموں پر چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے، ایک دینار جو کہ دس درہم کے برابر ہے زکوٰۃ مقرر کی۔ عربی گھوڑوں پر دس درہم اور غیر عربی گھوڑوں پر پانچ درہم زکوٰۃ مقرر کی۔ آپ کا یہ عمل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدمت گذار غلاموں اور جہاد کے لیے تیار کیے گئے گھوڑوں پر آپ نے زکوٰۃ نہیں لی۔ آپ نے رکاز (دفن شدہ مال) مل جانے کی صورت میں اس سے خمس مقرر کیا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے بارش اور نہروں کی سیرابی سے تیار ہونے والی کھیتی میں عُشر زکوٰۃ لی اور مشینوں اور دیگر آلات کے ذریعے سے سیراب ہونے والی کھیتی میں نصف عشر زکوٰۃ لی۔ حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ محصلین کو نصیحت کرتے تھے کہ جب کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ تو باغات کے مالکان پر نرمی کرو۔ نیز آپ نے اس شہد سے عُشر کے حساب سے زکوٰۃ لی جسے اس وادی سے نکالا جاتا تھا جو حکومت کی ملکیت ہو۔

۲۔ عُشر

عُشر کا مطلب ہے "دسواں حصہ"۔ یہ ایک زرعی محصول ہے جو صرف مسلمانوں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ اگر زمین قدرتی ذرائع سے سیراب ہوتی مثلاً بارش، چشمے، ندی وغیرہ تو اس پر پیداوار کا دسواں حصہ (10%) محصول کی صورت میں حکومت لیتی تھی۔ اگر زمین مصنوعی طریقوں سے سیراب ہوتی مثلاً کنوئیں وغیرہ تو کُل پیداوار کا بیسواں حصہ یعنی 5% عشر کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا۔

۳۔ جزیہ

جزیہ ایک ایسا ٹیکس ہے جسے اہلِ کتاب ذِمیوں سے ان کی حفاظت کے عوض وصول کیا جاتا تھا۔ جزیہ یہود، نصاریٰ اور مجوسیوں سے لیا جاتا تھا۔ جزیہ آزاد، عاقل اور بالغ مردوں سے لیا جاتا تھا۔ عورتوں، غلاموں اور بچوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ نادار، اندھوں اور رہبانیت کی زندگی گزارنے والوں کا بھی جزیہ معاف تھا۔ اگر اسلامی حکومت ذِمیوں کی حفاظت سے دستبردار ہو جائے تو جزیہ ساقط ہو جاتا تھا۔

جزیہ کی قیمت و مقدار متعین نہیں ہوتی تھی۔ مختلف علاقوں کے باشندوں کی مالی حیثیت کے اعتبار سے اس کی شرح مختلف تھی۔ عراق والوں پر ۲۴ سے ۴۸ درہم جزیہ کی شرح مقرر کی جاتی تھی۔ شام والوں پر چار دینار اور مسلمانوں کی خوراک کے لیے ہر فرد پر دو مد گیہوں اور تین قسط تیل مقرر کیا جاتا تھا۔ جو لوگ چاندی کے مالک ہوتے تھے ان میں سے ہر ایک آدمی کا چالیس درہم اور پندرہ صاع غلہ بطورِ جزیہ مقرر کیا گیا تھا۔ مصر میں بالغ آدمی کے ذمہ دو دینار بطورِ جزیہ مقرر کیا

گیا تھا۔عمومی طور پر امیر طبقہ پر چار دینار، متوسط طبقہ پر دو دینار اور نچلے طبقے پر ایک دینار بطور جزیہ عائد تھا۔

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں ذمیوں سے حسنِ سلوک کا آئینہ دار وہ معاہدہ تھا جو آپ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد کیا۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے ایلیاء کے لوگوں کو دی ہے۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی، نہ اُن کو اور اُن کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا۔نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں جبر نہ کیا جائے گا، ان میں سے کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا، ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ایلیاء والوں پر فرض ہے کہ دوسرے شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں اور چوروں کو نکال دیں۔ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان اور مال کو امن ہے تا کہ وہ جائے پناہ تک پہنچ جائے۔اور جو ایلیاء میں ہی رہائش اختیار کرے تو اس کو بھی امن ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا۔ایلیاء والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو، ان کے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں۔جو کچھ اس تحریر میں ہے، اس پر اللہ کا عہد، رسولِ خدا، خلفا اور عام مومنین کے ذمہ ہے، بشرطیکہ یہ جزیہ ادا کرتے رہیں۔

اس تحریر پر حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ گواہ ہیں اور یہ تحریر ۱۵ ہجری میں لکھی گئی۔

(تاریخ طبری، فتح بیت المقدس)

خراج (لگان)

خراج، غیر مسلم کاشت کاروں سے زمین کے ٹیکس کے طور پر لیا جاتا تھا۔یہ عموماً دفاع پر خرچ کیا جاتا تھا۔صرف عراق سے دس کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم خراج وصول ہو جاتا تھا۔حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے حضرت عثمان بن حنیفؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو سوادِ عراق کی مساحت کے لیے بھیجا تو ان کو درج ذیل ہدایات دیں۔

۱۔ پیمائش و بندوبست کے ساتھ وہاں کے باشندوں کی مالی حیثیت، زمین کی شادابی اور خشکی کو مدنظر رکھیں۔

۲۔ رعایا کے ساتھ نرم برتاؤ روا رکھیں۔

۳۔ رعایا سے ان کی حیثیت سے زیادہ خراج نہ لیں۔

سوادِ عراق کا رقبہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہرا۔(جریب ایک پیمانہ ہے جو ۵۷۶ ہاتھ کی لمبائی کے برابر ہوتا ہے)۔ان صحابہ کرامؓ نے پیداوار کے لحاظ سے انگور کی کھیتی پر فی جریب دس درہم، کھجور پر فی جریب آٹھ درہم، گیہوں

پر فی جریب چار اور جو پر فی جریب دو درہم سالانہ خراج مقرر کیا۔

عشور

عشور سے مراد وہ آمدنی ہے جسے اسلامی سلطنت سے گزرنے والی تجارت پر عائد کیا جاتا ہے۔ اسلام میں عشور کا سب سے پہلے نفاذ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے کیا۔ عشور کی شرح غیر مسلم تاجر پر ۱۰/۱ تھی۔ اہلِ ذمہ اگر تجارت کرتے تو ان پر ۲۰/۱ کی شرح سے عشور محصول کے طور پر عائد کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے پاس دو سو درہم ہو جانے کے بعد ان پر چالیس درہم پر ایک درہم یعنی ۴۰/۱ کے لحاظ سے عشور عائد کیا جاتا تھا۔

محکمہ عدل

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے قضا و عدل کے لیے ایک الگ محکمہ "محکمہ عدل" قائم کیا۔ سلطنت کے تمام بڑے اور اہم شہروں میں قاضیوں کا تقرر کیا۔ قاضیوں کے تقرر کے دو طریقے تھے۔

۱۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ براہِ راست قاضیوں کا تقرر کرتے تھے۔

۲۔ صوبائی گورنر، آپؓ کی نیابت کرتے ہوئے قاضیوں کا تقرر کرتے تھے۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں جن لوگوں کو محکمہ عدل میں منصب قضا کے لیے نامزد کیا گیا تھا ان میں سے بعض صحابہ کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ میں بیت المال کا نگران اور محکمہ عدل میں قاضی مقرر کیا گیا تھا۔

۲۔ حضرت سلیمان بن ربیعہؓ کو بصرہ اور پھر قادسیہ کا قاضی مقرر کیا گیا تھا۔

۳۔ حضرت قیس بن ابوالعاص القرشیؓ کو مصر میں قاضی مقرر کیا گیا تھا۔

۴۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کو شام میں گورنر کے ساتھ ساتھ قاضی بھی مقرر کیا گیا تھا۔

۵۔ مدینہ منورہ میں حضرت سیدنا علی ابن ابو طالب، حضرت سیدنا زید بن ثابتؓ، حضرت سائب بن یزیدؓ کو قاضی مقرر کیا گیا تھا۔

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ وقتاً فوقتاً قاضیوں کو رہنمائی کے لیے نصیحتیں بھی بھیجتے رہتے تھے۔ حضرت سیدنا موسیٰ اشعریؓ کو آپ نے خط لکھا۔ اس میں آپ نے جو نصیحتیں بھیجی ہیں وہ سنہرے حروف میں لکھ کر دورِ حاضر میں ہر کمرۂ عدالت میں لٹکائے جانے کے قابل ہیں۔ آپ کے خط کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ جب کوئی مقدمہ تمھارے پاس آئے تو اس کے تمام پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھ لو۔

۲۔ مدعی اور مدعا علیہ کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرو۔

۳۔ مدعی سے گواہ مانگے جائیں اور مدعا علیہ سے قسم لی جائے۔

۴۔ کسی فریق کو پاس بٹھانے، التفات دِکھانے اور انصاف کرنے میں امتیاز نہ برتو۔

۵۔ مسلمانوں کے مابین صلح جائز ہے۔ بشرطیکہ اس سے قرآنِ مجید کا اصول یا قانون نہ ٹوٹے۔

۶۔ کوئی شخص اگر اپنا دعویٰ ثابت کرنے یا گواہ فراہم کرنے میں مہلت مانگے تو اسے مہلت دی جائے۔

۷۔ ہر مسلمان کو گواہی دینے کا حق ہے۔ الا یہ کہ کسی سنگین جرم میں کوڑوں کی سزا بھگت چکا ہو یا جھوٹی شہادت کے لیے بدنام ہو۔

۸۔ تمھارے دل میں اہلِ مقدمہ سے اکتاہٹ، خفگی یا چڑچڑاپن نہ پیدا ہو۔

کتنے زبردست اصول ہیں۔ یہی وہ اصول ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کو جو خط لکھا اور عدل وانصاف کے جو اصول وضوابط بتائے وہ بھی سونے کے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

۱۔ مدعی سے گواہِ عادل طلب کرو۔

۲۔ مدعاعلیہ سے قطعی حلف لو۔

۳۔ غریب کے ساتھ ہمدردی سے پیش آؤ تا کہ اس کہ ہمت بڑھے اور بعد میں اس کی زبان کھلے۔

۴۔ پردیسی کا خیال رکھو۔

قاضیوں کا تقرر یا تو آپ خود فرماتے یا پھر آپ کے مقرر کردہ گورنر قاضیوں کا تقرر کرتے تھے۔ گورنروں کو آپ کی نصیحت تھی کہ منصب قضا پر نیک اور ایماندار لوگوں کا تقرر کریں اور ان کو اتنی تنخواہیں دیں تا کہ ان کی ضروریات بہ احسن و خوبی پوری ہوتی رہیں۔ حضرت سیدنا ابوعبیدہ ؓ اور حضرت سیدنا معاذ ؓ کے نام آپ نے خط لکھا۔

"نیک لوگوں پر نگاہ رکھو اور انھیں منصب قضا پر فائز کرو اور ان کو تنخواہیں دو"

علاوہ ازیں نظامِ قضا کے متعلق آپ کا حضرت سیدنا ابوعبیدہ ؓ کو لکھے گئے خط کے کچھ اہم اقتباس یہاں درج کیے جارہے ہیں۔

امابعد

میں تمھیں خط لکھ رہا ہوں۔ اس میں اپنی اور تمھاری بھلائی کی میں حتی الامکان کوشش کی ہے۔ پانچ اصولوں پر کاربند رہو۔ تمھارا دین سلامت رہے گا اور بہترین خوش نصیبی حاصل کرو گے۔

"جب دو آدمی اپنا قضیہ لے کر آئیں تو مدعی سے گواہِ عادل طلب کرو اور مدعاعلیہ سے قطعی حلف لو۔ غریب کے ساتھ ہمدردی سے پیش آؤ تا کہ اس کی زبان کھلے اور اس کی ہمت بڑھے۔ پردیسی کا خیال رکھو کیونکہ اگر اسے بہت دِنوں تک رُکنا پڑا تو وہ

اپنا حق چھوڑ کر وطن واپس لوٹ جائے گا اور اس کی حق تلفی کی ذمہ داری اس شخص پر عائد ہوگی (یعنی تم پر) جو اس کے ساتھ بے اعتنائی سے پیش آیا۔ مدعی اور مدعا علیہ کو ایک نظر سے دیکھو۔ جب تمھیں صحیح فیصلہ نہ سوجھے، فریقین میں سمجھوتہ کرانے کی ہر ممکن کوشش کرو"

یہاں پر حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں چند جرائم اور بدعنوانیوں کے متعلق فیصلے درج کیے جا رہے ہیں۔

بیت المال سے چوری

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے بیت المال سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ نے حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ سے اس آدمی کی سزا کے بارے میں دریافت کیا جس نے بیت المال سے چوری کی ہو تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، اس مال میں ہر ایک کا حق ہے اور اسے تعزیری کوڑے لگواؤ۔

صنعاء میں معصوم بچے کا قتل

حضرت سیدنا ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ایک بچہ بے خبری کی حالت میں قتل کر دیا گیا تو حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا اگر اس بچے کے قتل میں صنعاء کے تمام لوگ شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ ایک دوسرے روایت میں ہے کہ چار آدمیوں نے مل کر ایک بچے کو قتل کر دیا تو حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا اگر اس میں صنعاء کے تمام لوگ شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔

جادوگر کی سزا

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے اپنے عمال کو عمومی حکم نامہ بھیجا تھا کہ ہر جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کر دو۔ آپ نے یہ حکم نافذ کیا اور اس پر صحابہ کرام ؓ کا اجماع ہے۔

اپنی اولاد کے قاتل کا حکم

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے اپنی اولاد کے قاتل کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ وہ دیت ادا کرے۔

(عصر الخلافۃ الراشدہ)

شراب نوشی کی حد اور اسی کوڑے مقرر کرنا

عہد فاروقی میں جب فتوحات کی کثرت ہوگئی۔ لوگوں کی اقتصادی حالت بہتر ہونے لگی اور ایسے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا جو مکمل طور پر اسلامی تربیت اور دینی معلومات سے ناآشنا تھے تو ان میں کثرت سے شراب نوشی کے واقعات پیش آنے لگے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے بزرگ صحابہ ؓ کو اکٹھا کیا اور اس سلسلے میں مشورہ لیا۔ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ان کی سزا اسی کوڑے بطورِ حد مقرر کی جائے۔ یہ حد کی سب سے کم مقدار ہے۔ بہر حال آپ نے

اسی پر عمل کیا اور آپ کی پوری مدت خلافت میں کسی صحابی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا خالد بن ولید ؓ نے وبرہ الصلیتی کو شام سے حضرت عمر ؓ کے پاس روانہ کیا۔ ان کا بیان ہے کہ میں عمرؓ کے پاس آیا۔ آپ کے پاس طلحہ، زبیر بن عوام اور عبدالرحمٰن بن عوف مسجد میں ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے آپ سے کہا خالد بن ولید نے آپ کو السلام علیکم عرض کیا ہے اور آپ کو خبر دی ہے کہ لوگ کثرتِ شراب نوشی کرنے لگے ہیں اور سزا کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لہٰذا آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ سب تمھارے سامنے ہے (معاملہ پر غور وغوض ہو رہا ہے)۔ وبرہ کا کہنا ہے کہ سیدنا علی نے کہا میرے خیال میں جب وہ نشہ سے بدمست ہوگا تو بکواس و بے ہودہ بکے گا اور جب بے ہودگی بکے گا تو دوسروں پر تہمت لگائے گا اور تہمت لگانے والے کی شرعی حد اَسّی کوڑے ہیں۔ یہ سن کر سب نے اسی پر اتفاق کیا۔

(اعلام الموقعین)

احتساب کا نظام

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے احتساب کا زبردست نظام متعارف کروایا۔ آپ کے نافذ کردہ نظامِ احتساب کو جدید یورپ میں follow کیا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں حکومت کے عہدیداروں کا سرعام احتساب ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ مسجدِ نبوی ﷺ میں حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ سے بھی چادروں کے بارے میں سوال پوچھا گیا۔ آپ کی عظمت تھی کہ آپ نے سوال پوچھنے والے کو مطمئن کیا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ جب کسی عہدیدار کو مقرر فرماتے تو اس کی جائیداد کی فہرست بنواتے اور عہدہ سے واپسی پر عمالِ حکومت کے اثاثے دیکھے جاتے۔ فالتو سامان ضبط ہو جاتا اور سزا بھی دی جاتی۔ حج کے موقع پر حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ حکام کے محاسبہ کا سرِعام اعلان کرتے اور لوگوں کی شکایات کا ازالہ کیا جاتا تھا۔

عوامی شکایات پر تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہوئی تھی۔ اس میں ہر شکایت کی تحقیق ہوتی تھی اور تحقیق کے بعد گناہ گار کو سزا دی جاتی تھی۔ عہدِ فاروقی میں بہت سے عہدیداروں کے خلاف کارروائی ہوئی۔

ریاست کا ہر فرد حضرت عمر فاروق ؓ تک پہنچ سکتا تھا۔ آپ ہر مظلوم کی دادرسی کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے والیانِ ریاست کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ دن کے وقت مدینہ میں داخل ہوں تا کہ ان کے اموال سب کو نظر آئیں اور اگر مال ضرورت سے زیادہ ہو تو ان کا محاسبہ کیا جاسکے۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے افسروں کی نگرانی اور محاسبہ کے لیے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ حضرت محمد بن مسلمہ ؓ تقرر کر رکھا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ؓ مدینہ منورہ میں کسی مقام سے گذر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نے بہ آوازِ بلند کہا کہ مصر میں آپ کا مقرر کردہ عامل عیاض بن غنم ؓ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور انھوں نے دربان مقرر کر رکھا ہے۔ آپ

نے حضرت عیاضؓ کو بلایا، جن کو آپ عمال کی جانب سفیر بنا کر بھیجا کرتے تھے اور ان سے کہا کہ تم جاؤ اور عامل مصر جس حال میں بھی ہو اسے میرے پاس لے آؤ۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ جب مصر پہنچے تو دیکھا کہ دروازے پر دربان موجود ہے۔ اندر گئے تو دیکھا عیاضؓ باریک قمیض پہنے بیٹھے تھے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ امیر المومنین نے آپ کو طلب کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے موقع دیں کہ قبا پہن لوں۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا نہیں۔ اسی طرح چلنا ہوگا اور اسی حالت میں حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آگئے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے انھیں (حضرت عیاضؓ) کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ قمیض اتار دو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اون کا جبہ، بکریوں کا ریوڑ اور لاٹھی منگوائی اور کہا یہ اونی جبہ پہنو، لاٹھی اٹھاؤ اور بکریاں چراؤ۔

(الواقعہ شمارہ ۴۴۔۴۵۔محرم وصفر ۱۴۳۷ھ)

ایک دفعہ ایک مصری نے حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اپنے بیٹے کی وجہ سے ان کو ناجائز کوڑے لگوائے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ اور ان کے بیٹے کو طلب کیا اور مصری سے کہا کہ وہ گورنر کے بیٹے کو کوڑے مار کر بدلہ لے۔ آپ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے تاریخی جملہ کہا۔ جو تاریخ کی کتاب میں سنہرے حروف میں لکھا جگمگا رہا ہے۔

"تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے حالاں کہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنم دیا ہے"

حرمِ کعبہ کی توسیع

حضرت عمر فاروقؓ نے مسجدِ حرام میں معمولی ترمیم کی۔ مقامِ ابراھیم، جو کہ خانہ کعبہ سے متصل تھا وہاں سے ہٹا کر آج ہم اسے جس مقام پر دیکھ رہے ہیں۔ وہاں منتقل کر دیا تا کہ طواف کرنے والوں اور نمازیوں کے لیے آسانی ہو جائے۔

مسجدِ نبوی ﷺ میں توسیع

حضرت عمر فاروقؓ نے مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی۔ اس میں حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کا گھر شامل کر لیا۔ توسیع میں دس ہاتھ قبلہ کی طرف، بیس ہاتھ مغرب کی طرف اور ستر ہاتھ شمال کی طرف بڑھایا۔ اس کی دوبارہ تعمیر کچی اینٹوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے کی۔ اس کے پائے لکڑی سے اور چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنائی اور چھت کے اوپر کھجور کی پتیاں ڈال دیں تا کہ لوگ بارش سے محفوظ رہیں۔

مساجد کی تعمیر

حضرت عمر فاروقؓ نے جو نئے شہر آباد کیے تھے ان میں مساجد تعمیر کی گئیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ کی جامع مسجد اور حضرت عمرو بن عاصؓ نے فسطاط کی جامع مسجد کا نقشہ تیار کیا۔

آمدورفت میں سہولیات

اسلامی ریاست کے مختلف حصوں کو آپس میں ملانے کے لیے آپ نے ایک مخصوص فنڈ رکھا۔ جن لوگوں کے پاس سواریاں نہیں ہوتی تھیں۔ انھیں سلطنت کے مختلف شہروں مثلاً جزیرہ، شام، عراق وغیرہ جانے کے لیے اور مختلف شہروں کے لوگوں کو ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کے لیے بہت بڑی تعداد میں اونٹوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ کیوں کہ اس وقت سواری کا سب سے اہم ذریعہ اونٹ ہی تھے۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سرائیں اور کنوئیں تعمیر کروائے۔

عراق کے نشیبی علاقہ سے بصرہ تک تین فرسخ تک کی لمبائی میں آپ نے نہر کھدوائی تا کہ دجلہ کا پانی بصرہ تک پہنچایا جاسکے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں نہریں کھدوانے، سڑکیں، پُل اور سرحدیں بنانے میں بجٹ کا ایک بڑا حصہ خر چ ہوتا تھا۔

سرحدوں پر شہروں کی تعمیر

حضرت عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں متعدد نئے شہر آباد کیے گئے۔ ان میں کوفہ، بصرہ، فسطاط، جیزہ، موصل اور سرت زیادہ مشہور ہیں۔ ان شہروں میں مساجد کے علاوہ بازار اور رفاہ عامہ کی دیگر تعمیرات بھی کی گئی تھیں۔ مجاہدین کے گھوڑوں اور اونٹوں کے چراگاہیں بنائے گئی تھیں۔ آپ نے لوگوں کو رغبت دلائی کہ حجاز اور دور دراز کے شہروں کو چھوڑ کر نئے شہروں میں آباد ہو جائیں۔

وظائف اور عطیات

حضرت عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں صحابہ کرام ؓ کے بیت المال سے باقاعدہ وظائف اور عطیات متعین کیے گئے تھے۔ وظائف اور عطیات میں سے سب سے پہلے اہلِ بیت رسول ﷺ یعنی قبیلہ بنو ہاشم کے اصحاب تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات ؓ، پھر بدر سے حدیبیہ تک تمام جنگی مہمات میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام ؓ اور پھر حدیبیہ کے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہدِ خلافت میں فتنہ ارتداد کی مہمات میں شامل رہنے والے اصحاب ؓ کے وظائف متعین کے گئے تھے۔ وظیفہ کی کم از کم ۱۰۰ درہم تھی۔ غلاموں کے ۱۰۰۰ سے ۲۰۰۰ درہم تک وظائف مقرر کیے گئے تھے۔

امہات المومنین ؓ کے وظائف ۱۲۰۰۰ درہم سالانہ تک مقرر کیے گئے تھے۔ مہاجرین اور انصار میں سے ہر ایک کا وظیفہ ۴۰۰۰ درہم مقرر کیا گیا تھا۔ بعض مہاجرین صحابہ ؓ کا وظیفہ ۱۰۰۰ درہم مزید بڑھا دیا گیا تھا۔

اسلامی سکے کا اجراء

حضرت عمر فاروق ؓ نے سکوں پر جائز کا کلمہ لکھوایا تا کہ کھوٹے کھرے سکوں کی پہچان کی جاسکے۔ "عمر بن خطاب ؓ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلامی درہم کی مقدار کو متعین کیا"

(الاحکام السلطانیہ، الماوردی)

" عمر بن خطاب ؓ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ۱۸ ہجری میں کسروی نقش پر مشتمل سکوں کو اسلام میں رائج کیا اور ان میں بعض سکوں پر کلمہ الحمدللہ اور بعض پر لاالٰہ الا اللہ اور بعض سکوں پر خلیفہ وقت کے نام عمر کا اضافہ کیا"۔

(علامہ مقریزی)

سلطنت کی صوبوں میں تقسیم

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے سلطنت کو درج ذیل بارہ صوبوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

۱۔مکہ معظمہ	۲۔بصرہ	۳۔خراسان
۴۔مدینہ منورہ	۵۔کوفہ	۶۔فارس
۷۔شام	۸۔مصر	۹۔آذربائیجان
۱۰۔جزیرہ	۱۱۔فلسطین	۱۲۔یمن

جیل خانے

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ نے اسلام میں سب سے پہلے جیل خانے تعمیر کروائے۔مکہ معظمہ میں صفوان بن امیہ کا گھر خرید کر اسے جیل خانے میں تبدیل کر دیا۔اسی طرح سلطنت کے مختلف اضلاع میں جیل خانہ جات تعمیر کروائے گئے۔

اولیاتِ فاروقی

۱۔ حضرت علی ؓ کے مشورے سے سن ہجری کا اجراء کیا گیا۔

۲۔ بیت المال کا قیام عمل میں لایا گیا۔

۳۔ محکمہ فوج کا قیام عمل میں لایا گیا۔

۴۔ قابل کاشت زمینوں کی پیائش کی گئی۔

۵۔ کوفہ، بصرہ، فسطاط، موصل جیسے نئے شہر آباد کیے گئے۔

۶۔ معمولی جرائم کے لیے جیل خانوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔

۷۔ فوجی گھوڑوں پر داغ لگانے کا رواج کیا گیا۔

۸۔ محکمہ پولیس کا قیام عمل میں لایا گیا۔

۹۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان چوکیاں اور سرائیں قائم کی گئیں۔

۱۰۔ محکمہ ڈاک کا آغاز کیا گیا۔

۱۱۔ اسلامی سکے کا اجرا کیا گیا۔

۱۲۔ فجر کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" کا اضافہ کیا گیا۔

۱۳۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں۔

۱۴۔ امام اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔

۱۵۔ شراب نوشی پر ۸۰ کوڑے کی حد مقرر کی گئی۔

۱۶۔ باجماعت نمازِ تراویح شروع کی گئی۔

۱۷۔ نئی نہریں کھدوائی گئیں۔

۱۸۔ مال تجارت میں ۱۰/۱ عشور ٹیکس نافذ کیا گیا۔

☆☆☆☆

انور الکریمین

پروفیسر محمد انور بابر

حاضری سے پہلے صدقہ دینا:

پاک و ہند میں صوفیائے کرام کا یہ طریقہ ہے کہ جب کسی بزرگ کے مزار، آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے تو حاضری سے پہلے کچھ صدقہ دیا کرتے۔ اس کی اصل قرآن پاک کی یہ آیتِ مبارکہ ہے۔

اے ایمان والو! جب تم رسول ﷺ سے سرگوشی کرو تو اس سے پہلے کچھ خیرات کرلیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور اگر صدقہ دینے کی قدرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم (معاف کرنے والا) ہے۔

عرفا و صحا نے شانِ نبوت کے فیضان سے اس طریقہ کو جاری رکھا۔ یہ سرورِ کون و مکاں ﷺ کے دربارِ گوہر میں حاضری کے آداب سے ہے کہ کچھ صدقہ کرلیا جائے۔ یہ صدقہ مسجد نبوی ﷺ میں موجود فقرا اور خدام کو ہی دیا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالویؒ اور خانوادۂ سلیمان کا طریقہ تھا کہ فقرا و مساکین کو کسی قریبی ہوٹل میں لے جائے اور انھیں کھانا کھلائے۔

احترامِ حضوری:

جب بھی کسی خوش نصیب کو دربارِ عالی وقار کی زیارت نصیب ہو تو اپنے مال اور اسباب وغیرہ سے اپنی فراغت حاصل کر کے اطمینان کے ساتھ غسل، وضو سے طہارت حاصل کر کے خوشبو لگا کر عقیدت کے مقدس جذبہ سے حاضری کے لیے حاضر ہو۔ کہ آقائے نامدار ﷺ کی خوشنودی ہی اسی میں ہے۔ تاریخ مدینہ بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد حاضری کے لیے مدینہ طیبہ پہنچا۔ جب ان کی نظر حضور انور ﷺ پر پڑی تو اُونٹوں سے کود کر دوڑتے، ہانپتے ہوئے بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ جب کہ ان کے رئیس مندرین عائف جو الشیخ عبدالقیس کے لقب سے مشہور تھے، وہ اُونٹوں کے ساتھ قیام گاہ پر گئے۔ اپنا اور تمام رفقا کا سامان جمع کیا۔ محفوظ جگہ پر رکھا۔ نیز غسل کیا۔ نئی پوشاک زیبِ تن کی۔ اور نہایت وقار، ادب اور متانت کے ساتھ مسجدِ نبوی ﷺ میں تشریف لائے۔ تحیۃ المسجد کے نوافل ادا کیے۔ دُعا سے فارغ ہو کر نہایت ادب اور احترام سے بارگاہِ رسالت پناہ ﷺ میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت ﷺ نے اُن کی اس روش کو بے حد پسند فرمایا اور اس بشارت سے سرفراز فرمایا کہ آپ کی ان دو دلبرانہ عادات کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔ ایک حلم اور بُردباری اور دوسری وقار اور متانت۔

☆ پروفیسر (ر)، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، لکی مروت، خیبر پختون خواہ

حرمِ نبویﷺ :

سرزمینِ حجاز کے حوالہ یا حج کی مناسبت جب بھی کوئی تذکرہ ہوتا ہے تو حرمین شریفین کے الفاظ سننے میں آتے ہیں۔ ذرا اس کے معنی و مفہوم کا جائزہ لیتے ہیں۔

حرمین حرم کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنی چار دیواری یا اندرونِ خانہ کے لیے ہیں۔ اصطلاحی مفہوم میں ''حرم'' خانۂ خدا کو کہتے ہیں۔ یہ مکہ معظمہ کے لیے بھی مستعمل ہے۔ چوں کہ اس سرزمینِ مقدسہ پر خون بہانا اور لڑائی کے لیے ہتھیار باندھنا حرام ہے۔ اس لیے اسے حرم کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو تو حضرت سیدنا ابراہیمؑ کی نسبت سے حرم کر دیا لیکن مدینہ پاک اور مسجدِ نبوی ﷺ کو حرم کا مرتبہ کس نے عطا کیا۔ آیئے آئینۂ احادیث مبارکہ میں ختم الرسل، مولائے کُل کے تصرتِ شانِ محبوبیت کا جلوہ بھی دیکھتے چلیں۔ احادیث میں سے صرف چند پر اتفاق کرتا ہوں۔ خود صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔

ترجمہ: بے شک ابراہیمؑ نے مکہ معظمہ کو حرم کر دیا۔ اور میں مدینہ کے دونوں سنگلاخ کے درمیان کو حرم کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم شریف)

الٰہی بے شک میں نے تمام مدینے کو حرم کر دیا۔ جس طرح تو نے زبانِ ابراہیمؑ پر حرمِ محترم کو حرم بنا دیا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو سعید خُدریؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا۔

''الٰہی۔! بے شک ابراہیمؑ مکہ معظمہ کو حرام کر کے حرم بنا دیا اور بے شک میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اُسے حرم بنا کر حرام کر دیا۔ کہ درخت کے پتے جھاڑیں، مگر جانوروں کو چارہ دینے کے لیے'' مذکورہ راوی موصوف نے ایک اور حدیث پاک میں فرمایا

''بے شک رسول اللہ تعالیٰﷺ نے تمام مدینے کو حرم بنا دیا ہے کہ اس کے نہ پیڑ کاٹیں اور نہ پتے جھاڑیں۔

حرمِ نبویﷺ کی حدود:

صحیحین میں مولا علی سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا مدینہ درعتیر'' سے جبل ثور تک حرم ہے۔ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے نہ شکار کیا جائے اور نہ پیڑ کاٹا جائے۔

مدینہ شریف کی عظمت:

مدینہ پاک کی عظمت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی جس کی قسم خود رب العزت نے کھائی ہے۔ **لا اُقسمُ بھٰذا البلد**۔ قسم ہے اُس شہر (مدینہ) کی۔

امام قرطبی فرماتے ہیں۔ ھٰذا البلد۔ سے مراد مدینہ شریف ہے۔ جسے آپﷺ کے اقامت گزیں ہونے سے

مشرف کیا۔اور آپ کی قبرِ اطہر کے ذریعہ سے برکتوں سے نوازا''۔(قرطبی جلد۲۰)

مکہ معظمہ پر فضیلت:

مکہ معظمہ اس لیے افضل ہے کہ یہاں آپ ﷺ کی ولادت پاک ہوئی۔الطاف حسین حالی فرماتے ہیں۔

جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف
وہ شہر قبلہ اب تک تری امت کا رہا ہے

لیکن مدینہ پاک کو آپؐ نے مستقل قیام کے لیے منتخب فرمایا۔امام قرطبی فرماتے ہیں کہ مدینہ پاک کو مکہ شریف پر بھی فضیلت حاصل ہے۔اس کی دلیل میں آپ فرماتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا''رب ادخلنی مدخلَ صدقٍ و اخرجنی مخرج صدق . حضور ﷺ کی زبانی دعا کے الفاظ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اے پروردگار! مجھے داخل ہونے کی سچی جگہ میں داخل کر اور نکلنے کی سچی جگہ سے نکال۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو'مُدخل صدق ''فرما کر مقدم کیا۔اور'مخرج صدق' یعنی مکہ کا ذکر مقدم ہونا چاہیے تھا،کیوں کہ ترتیب کے اعتبار سے بھی نکلنا داخل ہونے سے پہلے واقع ہوا تھا،لیکن مدینہ منورہ کی خصوصیت کو ظاہر کرنے کے لیے اس کا ذکر پہلے فرمایا۔مدینہ منورہ کی سرزمین پاک ہی میں ایک ایسا مقدس خطہ پایا جاتا ہے جس کا دُنیا کی تمام جگہوں سے افضل ہونے پر علمائے اہلِ سنت کا اجتماع ہے وہ مقدس خطہ حضور سرورِ کونین ﷺ کی قبرِ اطہر ہے۔ (تاریخ مکہ۔ص۷۷)

مدینہ منورہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس سرزمین میں حجرہ نبوی ﷺ اور منبرِ نبوی ﷺ کے درمیان جنت کا باغ ہے''

اسی شہرِ خوباں میں وہ مسجد مبارکہ ہے جس کی تعمیر خود رسولِ مقبول کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارکہ سے فرمائی۔اور اس میں نماز کا ثواب دنیا کی تمام مساجد سے پچاس ہزار گنا زیادہ ملتا ہے۔

دارالسلام:

آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق یہ شہر مبارک دارالسلام یعنی سلامتی کی جگہ ہوگا۔مدینہ میں مشاہد و مزارات بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آپ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہونا پسند کرتے ہیں یا مکہ معظمہ میں؟ تو انھوں نے فرمایا''مدینہ منورہ''میں۔کیوں کہ اس شہر کا کوئی ایسا راستہ نہیں ہے جس پر حضور اکرم ﷺ نہ چلے ہوں اور آپ کے پائے مبارک کے نقوش ثبت نہ ہوئے ہوں۔

قیامت کے قریب دُنیا کے تمام اسلامی ممالک اور شہروں میں یہ شہر مبارک سب سے آخر ویران ہوگا۔قیامت

کے دن اُمتِ محمدیہ ﷺ کے اشراف لوگوں کا حشر اسی شہر میں ہوگا۔ایک وقت ایسا آئے گا کہ مدینہ منورہ کے علما سے زیادہ علوم دینیہ کا ماہر دُنیا میں نہیں ملے گا۔

حضرت انسؓ پیارے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے علاوہ دنیا کی تمام بستیوں میں دجال داخل ہوگا۔مدینہ کے تمام راستوں پر فرشتے صف باندھے اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔پھر مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو نکال دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصمؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے مکہ کی حرمت کی تجدید کی تھی اور اہلِ مکہ کے لیے دعائیں کی تھیں اور میں اس طرح مدینہ کی حُرمت کی تجدید کر رہا ہوں اور ابراہیمؑ نے مکہ والوں کے لیے برکت کی جو دعا کی ہے میں نے مدینہ کے صاع اور مد میں اس سے دوگنی برکت کی دعا کی ہے۔ (مسلم)

بہ ہر حال مدینہ پاک کے فضائل و مناقب احاطۂ تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔تبرکاً چند ایک نور پارے پیش کر دیے ہیں۔ہر اک مومن صادق کے دِل میں مدینہ شریف کی حاضری کی تڑپ اور محبت موجود اور موجزن ہے۔اور مدینے کا ہر دیوانہ اپنے اپنے انداز میں اپنی عقیدت و مودّت کا اظہار کرتا ہے۔مجھے ہر ناچیز نے مدینہ پاک کی نشان و منزلت میں کچھ معروضات یوں عرضِ قارئین ہیں۔

مدینہ مرکزِ عرفاں:

مدینہ مرکزِ عرفاں فروغِ کیفیت و مستی ہے
جہاں پر رحمتوں کی ہر گھٹا کھُل کے برستی ہے

مدینہ حیدر و عثمان عمر ، صدیق کی بستی ہے
مدینہ مصطفیٰ ﷺ کی فاطمہ ؓ زہرا کی بستی ہے

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کا دیدار ہوتا ہے
جو بدلے جان کے اِک دید مل جائے تو مستی ہے

عجب ہے مسجدِ نبوی ﷺ کے میناروں کا ہر منظر
سماں ایمن سا لگتا ہے فضا جنت سی لگتی ہے

بتاؤں کیا تجھے میں گنبدِ خضریٰ کی تابانی
ستاروں میں جہاں انوار کی خیرات بٹتی ہے

غرورِ مہر و مہ بھی جس کے ذرے توڑ دیتے ہیں
وہ جس کی خاک بھی اکسیر کی تاثیر رکھتی ہے

مدینہ سے محبت افتخارِ آدمیت ہے
مدینہ سے اگر نسبت نہیں انورؔ تو پستی ہے

☆☆☆☆

مولانا اکبر علیؒ کی تحریک اکبریہ پر ایک تاریخی نظر

محمد ریاض بھیروی

میانوالی کی معلوم تاریخ کا ایک نمائندہ و درخشندہ استعارہ جامعہ اکبریہ ہے۔ یہ جامعہ تاریخ کا ایک ایسا دِلکش سنگم ہے جہاں قدیم و جدید میانوالی کی تاریخ کو باآسانی تلاشا جاسکتا ہے۔ اس نے تاریخ کے بہت سے انمول اور دلکش رنگوں کو اپنے دامن میں سمو رکھا ہے۔ یہاں دلکشی بھی ہے، دل فریبی بھی ہے، رعنائی بھی اور دِل نوازی بھی، زیبائی بھی اور حیرت بھی! یہاں سے جنم لینے والے فقرِ غیور نے ہر زمانے کے طاغوت کے غرور کو للکارا ہے۔

تاریخ کو صدا دیں تو یہی وہ مقام پاک باز ہے جہاں سے تحریکِ اکبریہ کے ایک نامور مجاہد خان محمد اکبر خان خنکی خیل (۱۸۸۶ء۔۱۹۷۲ء) کی قیادت میں غازی علم الدین شہیدؒ کی رہائی اور بعد ازاں شہیدِ ملت کے جسدِ پاک کے حصول کے لیے جلوس نکلا کرتے تھے۔ جامعہ اکبریہ سے نکلنے والے یہ جلوس اس قدر زوردار اور بھرپور پُرخلوص ہوا کرتے تھے کہ غازیٔ ملت علم الدین شہیدؒ نے ان کے والہانہ اور جانفشانہ پن کی خود ان لفظوں میں گواہی دی تھی:

”مجھ کو وفات کے بعد یہاں غسل دینا اور جنازہ بھی یہاں پڑھنا تاکہ میانوالی کے مسلمانوں کی دُعاؤں سے بھی مستفید ہوسکوں۔ میانوالی کے لوگ پکے مسلمان اور عاشقِ رسول ﷺ ہیں، ان میں سے ہر شخص نے میری بھرپور طریقے سے خدمت کی ہے اور احوال پُرسی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ خدا ان پر رحمتیں نازل کرے۔“

میانوالی کے لوگ آج بھی غازیٔ ملت کے ذکر پر رنجیدہ و افسردہ ہو جاتے ہیں کہ ان کی پھانسی پر عمل درآمد ہم رکوا نہ سکے لیکن خود غازی صاحبؒ کے الفاظ اور گواہی اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ انگریز استعمار کے اس مہلک وار کو روکنے کے لیے اس وقت کے نہتے مسلمانوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رکھا تھا اس زوردار تحریک پر خود غازی صاحب کی یہ زریں تصدیق میانوالی کی تاریخ کا سرمایہ بھی ہے اور اجرِ خداداد بھی۔

تحریکِ اکبریہ کے موسسِ اعلیٰ حضرت مولانا محمد اکبر علیؒ ہی تھے جنھوں نے میانوالی جیل کے اندر غازیٔ ملت کا جنازہ پڑھانے کا سرمدی اعزاز پایا تھا۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ غازی صاحب کے مقدس چہرے سے نور کی ایسی لاٹیں نکل رہی تھیں جنھوں نے خود آسمانِ پرنور کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر بقعۂ نور بنا لیا تھا۔

ناموسِ رسالت کے ساتھ شہید نامی کتاب میں رائے محمد کمال لکھتے ہیں:۔

”۳۰۔ اکتوبر کو یہ خبر کہ کل غازی علم الدین کو شہید کر دیا جائے گا۔ آناً فاناً سارے مضافات میں

☆ فاضل علومِ اسلامیہ، میانوالی

پھیل گئی، چناں چہ بدھ کی رات کو نو بجے کے قریب موسیٰ خیل، عیسیٰ خیل، داؤدخیل سے اور مقامی مسلمان جوق در جوق درآنا شروع ہو گئے۔ جیل سے شہر تک دو میل کے فاصلے پر انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا وہ لوگ اپنے ساتھ ڈھول لائے تھے اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں میں اس زور سے ڈھول بجاتے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ وہ لوگ ریتلے میدان میں رات بھر درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ ان کی یہ بڑی تمنا تھی کہ وہ صبحِ اول ہی اول شہید کا چہرہ مبارک دیکھیں گے۔ آدھی رات کے وقت لاہور سے تاج دین بٹ، میاں نیاز احمد، نیاز محمد کمبوہ، ملک منظور الٰہی اور دیگر اہم افراد بھی میانوالی پہنچ گئے جنھوں نے غازی علم الدین کے نعروں کا جواب دینے کا پورا پورا انتظام کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈھول بجانے کا اہتمام حضرت قبلہ غازی صاحب کے حکم کی تعمیل میں ہی ہوا تھا۔''

رائے محمد کمال مزید لکھتے ہیں:۔

''لاہور میں ہر طرف کہرام مچا ہوا تھا۔ ادھر خان محمد اکبر خان رئیس اعظم میانوالی کی مساعیِ جمیلہ بھی قابلِ ذکر ہیں۔ تیس اکتوبر کی شام کو ایک وفد آپ کے زیرِ سرکردگی ڈپٹی کمشنر میانوالی سے ملا اور اس سے کہا ''ہمیں حکامِ جیل سے معلوم ہوا ہے کہ میاں علم الدین کی لاش کو لاہور لے جانے کی اجازت نہیں ہوگی''۔ ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا ''شہید کا جنازہ جیل کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ آپ ورثا کو لے کر پہلے ہی وہاں پہنچ جائیں، صفوں کو درست کر رکھیں۔ وہاں نمازِ جنازہ ادا کریں اور پھر ان کو جیل کے قریب لاوارثوں والے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا جائے گا۔'' اس پر خان محمد اکبر خان صاحب نے ہر ممکن یقین دلایا کہ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ غازی کی نعش کو ان کے ورثا کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ لاش کو وصیت کے مطابق لاہور لے جائیں، لیکن ان کی ہر ایک آرزو ٹھکرا دی گئی۔ آخر میں خان صاحب نے کہا کہ اچھا شہید کو شہر کے قبرستان میں دفنانے کی اجازت دی جائے لیکن اس بات کی بھی پرواہ نہ کی گئی اور وفد ناکام و نامراد لوٹ آیا۔ اس سلسلے میں میانوالی، موسیٰ خیل، عیسیٰ خیل اور قرب و جوار کے باشندوں کی جرأت بھی قابلِ داد ہے۔ جب انتظامیہ نے میت کو ورثا کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور شہید کی لاش کو لاوارثوں کے قبرستان میں لے جایا جا رہا تھا تو مقامی باشندے اس وقت سخت اشتعال میں تھے انھوں نے میاں طالع مند (غازی صاحب کے والدِ محترم) اور لاہور کے دیگر معززین سے کہا کہ ''اگر اجازت دی جائے تو ہم صرف پندرہ منٹ کے اندر لاش انتظامیہ سے چھین دیتے ہیں۔''

خولہ متین نے اپنی کتاب غازی علم الدین شہید کے صفحہ نمبر ۱۴۱ پر لکھا تھا۔

''غازی علم الدین شہید کی شہادت پر میانوالی میں فرنگی حکومت کے خلاف زبردست احتجاجی جلوس نکلے، ہڑتالیں ہوئیں، شہید کا سوگ منایا گیا، غم وغصہ کا اظہار ہوا۔ شہید کے جنازہ میں قیدیوں کے علاوہ کچھ مقامی مسلمانوں نے بھی شرکت کی۔ حکومتِ وقت نے میانوالی کے کئی افراد کو گرفتار کیا، ان پر مقدمہ چلایا جس میں ان کو چھ چھ ماہ قید اور جرمانے کی سزائیں دی گئیں۔''

واضح رہے کہ مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا اکبر علی اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل درحقیقت یک جان اور ''تین'' قالب تھے۔ یوں سمجھئے کہ اس وقت میانوالی کی سلطنت میں مولانا احمد الدین گانگوی صدر، مولانا اکبر علی وزیر اعظم اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل گورنر کی حیثیت رکھتے تھے۔

جامعہ اکبریہ جو کہ درحقیقت بہت سے اداروں کا مجموعہ اور ایک وسیع وعریض ہیڈ کوارٹر کی شکل اختیار کر گیا ہے، کو ایک خاص تناظر میں میانوالی کا علی گڑھ کہا جائے تو بے جا اور مبالغہ نہ ہوگا۔ جس طرح قدیم میانوالی (کچھی) میں سلواں نامی علاقے کو مرکزیت حاصل تھی۔ بعینہٖ ویسی ہی علمی اور تحریکی مرکزیت موجودہ میانوالی میں جامعہ اکبریہ کو حاصل چلی آ رہی ہے۔ گورنر پنجاب خالد مقبول نے اس ادارے کے بارے میں کہا تھا'' کہ جہاں جامعہ اکبریہ جیسے ادارے موجود ہوں وہاں کے لوگوں کو پسماندہ کہنا درست نہیں۔'' قصہ مختصر جامعہٗ اکبریہ مادر تحاریک بھی ہے اور ام المدارس بھی۔

تحریکِ ترک موالات، تحریکِ خلافت، انجمنِ حمایت العرب، دوقومی نظریہ کی تحریک، انجمن اصلاح المسلمین، انصار الاسلام، فوجِ محمدی، بگوی تحریک، تحریکِ فروغ تجارت، ہندوؤں سے قلع تعلق کی تحریک، ردِ خاکسار، تحریکِ پاکستان تحریکِ بحالی مہاجرین، تحریکِ حقوق کالاباغ (بلوچی محاذ)، تحریکِ حقوق میانوالی، تحریکِ ختم نبوت، تحریکِ نظام مصطفیٰ تحریکِ ناموس رسالت اور وقتاً فوقتاً جنم پذیر ہونے والی تمام دیگر چھوٹی موٹی تحریکوں کی سرپرستی کرنے والے اس جامعہ اکبریہ کے درودیوار میں صدہا تاریخی داستانیں پوشیدہ اور خوابیدہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انھیں جلد از جلد منظرِ شہود پر لایا جائے تاکہ عصر حاضر بھی ان کی تفصیلات سے آگاہی پا سکے۔

میانوالی شہر کی مرکزی شاہراہ بلوخیل کے قریباً وسط میں برلبِ سڑک مغلیہ فنِ تعمیر کی شاہکار یہ عظیم الجثہ مسجد اور اس کا فلک سا مینار، زوردار، موثر اور پھلتی پھولتی دینی، علمی، عملی، روحانی اور سماجی تحاریک کا ایک گیٹ وے ہے۔ وسیع وعریض رقبے پر پھیلی لائق زیارت مسجد، کئی شعبہ جات پر پھیلا ہوا مدرسہ، متحرک اور فعال خانقاہ، رواں دواں، چلتا پھرتا اور زندہ کتاب خانہ، دیدہ زیب اور خوشنما زینب ہال اور مولانا اکبر علی اور ان کے لائق اور زیرک فرزند فاضل امروہہ مولانا غلام جیلانیؒ کے رُوحانی بارشیں اور لطافتیں برساتے مزارات پر مبنی پُرشکوہ احاطہ مزار، یہ سب کچھ دراصل کتابِ اکبریہ کا ایک ٹائٹل پیج ہی ہے۔ کیوں کہ اب اس مسجد کی وسعت اور حدیں بے کراں ہو چلی ہیں۔ شاید و باید میانوالی شہر میں واقع کوئی

مسجد یا اسلامی درسگاہ ایسی ہو جو اس کے حیطۂ اثرات سے باہر ہو۔ خصوصاً میانوالی شہر کی زیادہ تر مساجد اور مدارس اسی جامعہ کے بالواسطہ یا بلاواسطہ زیر اہتمام وزیر انتظام ہیں۔ جس سے اس کی فعالیت اور تحریکِ اکبریہ کے روز افزوں اثرات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہی اکبر المساجد اور جامعہ اکبریہ ہی تھی جہاں سے تحریک پاکستان کے حق میں زوردار فتویٰ جاری ہوا تھا جس پر مولانا اکبر علیؒ کے علاوہ ان کے نازشِ روزگار استاد مولانا احمد الدین گانگویؒ اور فاضلِ یگانہ مولانا غلام محمود پپلانویؒ کے بھی دستخط تھے۔ اس فتویٰ کو خان محمد اکبر خان خنکی خیل نے شائع کرایا تھا۔ مولانا اکبر علیؒ کو متعدد بار ناز و نعم کی فراخ دلانہ پیش کش بھی کی گئی تھیں مگر یہ شاہین زیرِ دام نہ آسکا۔ کیا ہی حسین اتفاق ہے کہ یہی وہ مقام تھا جہاں اس سے قبل ترکِ موالات کا فتویٰ بھی جاری ہوا تھا۔

۱۹۳۶ء کا دورِ قیام پاکستان کی تحریک کا دور تھا۔ میانوالی کے اکثر زمیندار یونینسٹ پارٹی سے وابستہ تھے جو کہ کانگریس کی ہم نوا تھی، مسلم لیگ کے قیام کے لیے پہلا اجتماع حضرت خواجہ محمد اکبر علیؒ کے زیر سایہ جامعہ مسجد میانوالی (موجودہ جامعہ اکبریہ) میں ہوا۔ محمد اکبر خان خنکی خیل کو صدر چنا گیا، اسی اجتماع میں مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی نے پہلی تقریر فرمائی ان دنوں آپ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جوائنٹ سیکرٹری تھے اور اس وقت مسلم لیگ غریب لوگوں کی جماعت تھی۔

۱۹۴۰ء کا عشرہ مسلمانانِ برصغیر کی دینی، ملی اور سیاسی بیداری کا عشرہ ثابت ہوا، قیام پاکستان جو کہ سب کا مشترکہ خواب بن گیا تھا، اس کے بڑے مثبت اثرات مرتب ہوئے، مختلف الخیال لوگ ایک پلیٹ فارم پر مجتمع ہو گئے اس دور کے محفوظ رہ جانے والے تاریخی ریکارڈ کے مطالعہ سے یہ منظر نامہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بہت سے لوگوں کی کاوشوں کو ایک اکائی کی صورت میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو جارج پریس میانوالی سے شائع ہونے والے مجلس شعبۃ التبلیغ کے ایک تاریخی اشتہار سے پتہ چلتا ہے کہ ملی شیرازہ بندی کی کوششوں میں سب یکجا تھے اور علاقائی تناظر میں ایسی کوششوں کو خواجگانِ سیال شریف وسہاگ (سواگ شریف) ضلع مظفر گڑھ (حال ضلع لیہ) کی مکمل سرپرستی بھی حاصل تھی اور ضلع میانوالی میں مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا اکبر علی، مولانا غلام جیلانی، خان محمد اکبر خان خنکی خیل، مولانا سید غلام قاسم شاہ، مخدوم سلطان محمود، میاں اصغر علی اور دوست محمد اسی مجلس اور کونسل کے ایگزیکٹو ارکان تھے۔ جب کہ انتظامی ممبران کی تفصیل ایک خوشگوار ترین حیرت کی حامل ہے اس مجلس کے منتظمین میں خان مظفر خان، مولانا عبدالستار خان نیازی، خان محمد امیر عبداللہ خان روکھڑی، خان محمد برخوردار خان، خان احمد گل خان، خان محمد اکبر خان ثانی، حکیم محمد امیر علی شاہ، حکیم غلام یٰسین، پیر سراج الدین، میاں شیر محمد گانگوی، میاں فضل احمد، ملک مولا بخش وکیل، حافظ حسن الدین، حاجی شمس الدین، صوفی محمد حسن اور شیخ

محمد حسین شامل تھے جب کہ اس مجلس کے مبلغین میں مولوی شیخ کلیم اللہ صاحب کوٹلہ جام، مولوی نور محمد صاحب کندیاں، مولوی نور احمد صاحب وتہ خیل، مولوی علی محمد صاحب بلوخیل، مولوی غلام یٰسین صاحب قریشی اور مولوی حافظ احمد الدین علی خیلانوالہ شامل تھے۔

اس مجلس کے ناظم خان محمد اکبر خان خنکی خیل تھے اور علاقہ بھر میں جا بہ جا اس مجلس کی ذیلی تنظیموں کا جال بچھا دیا گیا تھا۔ اس مجلس کی طرف سے مسلمانوں سے اپنے اختلافی مسائل ختم کرنے اور فرقہ بندی کے خاتمے کی اپیل کی گئی۔

اس مجلس کے اغراض و مقاصد بھی بڑے زوردار تھے مثلاً مسلمانوں میں دین کی تعلیم کو بین الاقوامی معیار کے مطابق ترویج دینا، ان کی دینی اخلاقی اور اقتصادی حالت کی اصلاح کرنا، الحاد اور دہریت کا مقابلہ کرنا، لوگوں کو فرقہ بازی سے بچانا، بُری رسموں کا خاتمہ کرنا، مرد و خواتین کے لیے دینی مدارس قائم کرنا، خانگی جھگڑوں کے حل کے لیے علما کی خدمات سے استفادہ کرنا، بری رسومات کے خاتمے کے لیے مبلغوں کو چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھیجنا وغیرہ شامل تھے۔ چوں کہ اس مجلس کے کارکنان ضلع کے بڑے بڑے علما و رؤسا تھے۔ لہٰذا مجلس کی باقاعدہ رسیدات چھپوائیں گئیں اور حاصل شدہ سرمایہ کواپریٹو بنک میانوالی میں جمع کرایا جاتا تھا۔ مجلس ہٰذا کی معاونت کے لیے بیت المال پہلے سے ہی موجود تھا جس میں ہر شکل کی امداد وغیرہ آیا کرتی تھی۔

اس مجلس کے عزائم و ارادے اس قدر بلند تھے کہ مستقل آمدن دینے والی جائیدادیں خریدنے کا بھی عندیہ دیا گیا تھا اور بعد ازاں اس مجلس اور اس قبیل کی دیگر مجالس نے واقعتاً قابلِ فخر کارنامے سرانجام دیے۔ ایسے ادارے قائم کیے جو آج بھی بھرپور انداز کے ساتھ آباد ہیں۔

میانوالی اور سیاست کے عنوان سے سید نصیر شاہ رقم طراز ہیں:

> تحریکِ خلافت شروع ہوئی تو یہاں کے عوام نے اس تحریک کا بھرپور ساتھ دیا، بریلویوں نے جو یہاں اکثریت میں تھے، بھی تحریکِ خلافت کا ساتھ دیا۔ یہاں کے بریلویوں کی طرف سے تحریکِ خلافت کی پذیرائی اور مکمل حمایت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہاں کی آبادی کی اکثریت بالواسطہ یا بلاواسطہ سیال شریف کے سجادہ نشینوں کے حلقۂ ارادت میں تھی ان دنوں سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ ضیاء الدین مرحوم حق گوئی و بے باکی میں بے مثال تھے اور تحریکِ آزادی کے بہت بڑے مجاہد تھے۔ انھوں نے تحریکِ خلافت میں انتہائی جان دار کردار ادا کیا اور ان کے تمام مریدان باصفا انگریز استعمار کے خلاف سینہ سپر ہوگئے اس وقت واں بھچراں کے رئیسِ اعظم ملک مظفر خان کو انگریزوں کی طرف سے خان بہادر کا خطاب ملا تھا وہ بھی آستانہ سیال شریف سے

وابستہ تھے اور خواجہ ضیاء الدین کے عقیدت مند تھے۔ تحریکِ خلافت کے دوران وہ سیال شریف میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے اور ایک ہزار روپے کی تھیلی نذر کی۔ اس وقت ایک ہزار روپے کی بڑی قدر و قیمت تھی خواجہ صاحب نے تھیلی کو لات ماری اور فرمایا ''مظفر! جا میری نظروں سے دور ہو جا تو اس انگریز کا وفادار ہے جس کے ہاتھ ترک مسلمانوں کے لہو سے آلودہ ہیں تو خان بہادری کے خطاب کو چاٹ رہا ہے۔ آج سے ہمارا تمہارا تعلق ختم'' عقیدت مند ملک مظفر کانپنے لگا اس نے اسی وقت لکھا میں خان بہادری کا خطاب واپس کرتا ہوں اور فوج کا جو اعزازی عہدہ مجھے دیا گیا اس سے بھی استعفیٰ دیتا ہوں'' اس طرح حضرت کی خفگی دور ہوگئی۔ بہرحال میانوالی کی گلیوں میں ''بولیں اماں محمد علی کی۔ جان، بیٹا خلافت پہ دے دو'' کا نغمہ گونجتا رہا۔ کرنل الطاف الٰہی ملک کے بیان کے مطابق اسی تحریک کے دوران مولانا محمد علی جوہر کی والدہ جو ''اماں بی'' کے نام سے مشہور تھیں میانوالی تشریف لائی تھیں اور ان کے والد ملک مولا بخش ایڈووکیٹ کے پرانے مکان واقع صدر بازار بالمقابل زنانہ ہسپتال میں قیام کیا تھا۔

یہاں مولانا حسین احمد مدنی بھی مولانا شیر محمد زرگر کی دعوت پر متحدہ قومیت کا علم اٹھائے تشریف لائے تھے اور ہندوؤں کے دھرم شالہ (جہاں آج کل ایم سی ہائی سکول ہے) میں قیام کیا تھا۔ علامہ اقبال کے ۱۹۳۰ء کے الہ آباد والے خطبۂ صدارت کی اور مسلم لیگ کی گونج یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں کا دانا ہندو جان گیا تھا کہ ایک روز پاکستان بن ہی جائے گا۔ اس لیے ہندو مسلم اتحاد میں سرگرم ہو گیا تھا۔ اسی خیر سگالی کے طور پر لالہ ہیم راج نے وہ مسجد بنوائی تھی جسے آج کل موتی مسجد کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس طرح گویا یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہاں کا ہندو بڑا وسیع الظرف ہے۔ قائداعظم اپنی کوششوں کی عدم پذیرائی پر مایوس ہو کر انگلستان چلے گئے۔ ان کا فیصلہ تھا کہ اب وہ کبھی ہندوستان نہیں آئیں گے۔ پھر علامہ اقبال نے انھیں متواتر خطوط لکھے اور آخر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ ہندوستان واپس آ کر مسلم لیگ کی قیادت سنبھال لیں۔ یوں مسلم لیگ کے تن مردہ میں حیاتِ تازہ کا لہو رواں ہو گیا۔ قاضی دین الحق کراچی کی روایت کے مطابق قائداعظم، مولانا عبدالستار خان نیازی، مرزا عبدالحمید کی کوششوں سے پہلی دفعہ لاہور آنے پر رضامند ہوئے تھے۔ مرزا عبدالحمید ان دنوں آسٹریلیا مسجد نزد ریلوے اسٹیشن میں خطیب تھے۔ قائداعظم نے ایک نماز ان کی امامت میں ادا کی تھی۔ پنجاب کے زمینداروں میں پہلے شخص ملک امیر محمد خان آف کالاباغ تھے جنھوں نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔

علامہ اقبال نے دوقومی نظریہ کی تحریک شروع کی تو میانوالی کے علمانے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔مولانا حکیم محمد امیر علی شاہ نے سرائیکی نظموں کے ذریعےنظریہ کی وضاحت کی۔مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی نے مولانا حسین احمد مدنی کوان کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لیے انھیں بہت سے خطوط لکھے۔علامہ شبیر احمد عثمانی کو بھی خط لکھے جن میں ان کی صداقت پرستی پرانھیں ہدیۂ تحسین وتبریک پیش کیا گیا انھوں نے اپنی تقاریر میں بھی دوقومی نظریہ کوہی موضوع بنائے رکھا ان کے گرامی قدر فرزند مولانا محمد حسین شوق نے عملی طور پر تحریکِ پاکستان میں حصہ لیا۔مولانا احمد الدین گانگوی اور مولانا محمد اکبر علی نے قائداعظم کی حمایت کو دینی فریضہ قرار دیتے ہوئے ایک فتویٰ تحریر کیا جس پر بریلوی مکتب فکر کے دیگر علما کے بھی دستخط تھے۔

میانوالی میں جب مسلم لیگ کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا تو جابہ جا مسلم لیگ کے جلسے ہونے لگے یہاں یہ تحریک مولانا عبدالستار خان نیازی کی مساعیٔ جمیلہ کی مرہونِ احسان تھی۔پیر شاہ عالم شاہ اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل اس تحریک کے متحرک کارکن بن گئے محمد امیر خان سنبل ضلعی جنرل سیکرٹری اور مولانا حکیم محمد امیر علی شاہ سیکرٹری نشرواشاعت مقرر ہوئے۔بعد میں حکیم محمد عظیم خان خنکی خیل بھی ان صفوں میں شامل ہوگئے۔جلسوں میں سٹوڈنٹ لیڈر کی حیثیت سے حبیب اللہ خان (مرحوم) آف دھلہ عظمت متعارف ہوئے اور مولانا نیازی کے بعد پرجوش اور شستہ تقریروں کے باعث معروف ہوگئے۔امان اللہ خان شیر مان خیل بھی سٹوڈنٹ لیڈر تھے اور مسلم لیگ کے جلسوں میں اپنا کردار ادا کررہے تھے۔اب مسلم لیگ کی آواز ہر گھر میں پہنچ گئی اور گلی کوچوں میں بچے تک پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔میانوالی میں جامعہ اکبریہ میں بہت بڑا جلسہ ہوا۔امیر عبداللہ خان روکھڑی اور محمد عظیم خان خنکی خیل نے سول نافرمانی کے آغاز کا علم بلند کیا اور ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے ضلع کچہری پہنچے۔امیر عبداللہ خان روکھڑی نے ڈی سی آفس پر چڑھ کر برطانوی جھنڈا پھاڑ کر پھینک دیا اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کردیا۔آخر عوامی احتجاج سے مجبور ہوکر خضر حیات ٹوانہ نے مارچ ۱۹۴۷ء میں استعفیٰ دی دیا۔آخر بے دست وپا ہوکر انگریز نے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی کا اعلان کردیا اور پاکستان وجود میں آ گیا۔(بحوالہ تاریخ میانوالی صفحہ نمبر ۲۰۶ تا ۲۰۹، مرتبہ: ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی)

تاریخ میانوالی کے مندرجہ بالا طویل اقتباس سے اس دور کی سیاسی اور دینی صف آرائی کا قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

غلام محمد خان نیازی، عبدالرحیم خان نیازی مسکین، سابق صدر مجلس احرار اسلام پاکستان کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے اپنی کتاب سرگزشت مسکین کے صفحہ نمبر ۱۴۷ پر ''شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی میزبانی کا انتظام'' کے عنوان سے یوں رقم طراز ہیں:۔

''تقسیم ملک سے پہلے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنے جماعتی پروگرام کے مطابق بنوں صوبہ سرحد تشریف لے گئے۔ ان ایام میں بنوں جانے کے لیے میانوالی کالاباغ لکی مروت کے راستے ریل گاڑی پر ہی لوگ سفر کر کے جاتے تھے۔ حضرت موصوف نے واپسی پر میانوالی شہر کی کانگریس جماعت کے جلسے میں رات کو خطاب کرنا تھا۔ اس وقت میانوالی کی کانگریس جماعت میں کوئی شخص مسلمان کارُکن نہیں تھا۔ اس لیے میانوالی کانگریس کے ہندو صدر چاندی رام نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی میزبانی اپنے ذمہ لی۔ جب عبدالرحیم خان کو اس بات کا علم ہوا تو کافی پریشان ہوئے۔ آپ نے چاندی رام صدر کانگریس میانوالی کے اس مجوزہ پروگرام سے اتفاق نہ کیا اور اس سے اجازت لے کر ان کی میزبانی کی ذمہ داری خود سنبھالی۔ اس لیے آپ اپنے مقامی دوست صوفی شیر محمد زرگر کو ہم راہ لے کر کالاباغ کے نزدیک ماڑی انڈس گئے اور وہاں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی واپسی کے موقع پر استقبال کر کے ریل گاڑی کے ذریعے میانوالی اپنے ساتھ لائے اور اپنے دوست صوفی شیر محمد کے گھر ٹھہرایا وہاں آپ نے نہ صرف خورد و نوش کا اہتمام کیا بل کہ حضرت مولانا مذکور جتنا وقت میانوالی شہر رہے، آپ اور آپ کے احرار کارکنوں نے حفاظتی دستہ کے طور پر بھی کام کیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے دیگر معروف ساتھی بھی اس میزبانی اور نگرانی کے انتظام میں شریک رہے۔''

تاہم مولانا حسین احمد مدنی کے مذکورہ بالا دورۂ میانوالی کے موقع پر مولانا اکبر علی اور مولانا غلام محمود پپلانوی نے مولانا مدنی سے احتجاجاً ملاقات سے اجتناب کیا۔ بل کہ مولانا احمد الدین گانگوی نے لالہ ہیم راج کی بنوائی گئی موتی مسجد کے قضیے کے خلاف سخت محاکمہ کیا اور شدید گرفت کرتے ہوئے ایک معرکتہ الاراء فتویٰ بعنوان ''الشعلۃ الجباریہ لاحراق مسجد آریہ'' جاری کر کے اس سازش کو طشت از بام کر دیا اور یوں قومیت پرست علما کے سیاسی غبارے سے ہوا نکال دی۔

برصغیر پاک و ہند کی پرامن اور ہمہ گیر تحریک، تحریکِ خلافت میں بہ ظاہر ناکامی کے بعد بیدار مغز اور دُور اندیش مسلم زعما و علما اور مشائخ نے جب اس کے منفی اثرات مترتب ہوتے دیکھے تو اس کے سدِّ باب کے لیے اپنے اپنے حلقوں میں مصروف کار ہو گئے۔ مجاہدِ ملت مولانا ظہور احمد بگوی ان عظیم بزرگوں میں سے تھے جنھوں نے حالات کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اپنے فرض کو پہچانا اور دین کی اشاعت و سربلندی اور مسلمانوں کی تعلیم و اصلاح کے لیے انتہائی موثر اقدامات

کیے گئے ۔۵۔نومبر ۱۹۲۹ء کو مجلسِ مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ کی تشکیل کی گئی اور یہ تحریکِ میانوالی تک بھی پہنچ گئی۔لیکن یہاں پر اس سے بھی پہلے اصلاح المسلمین کے نام سے ایک جماعت عمل میں آ چکی تھی اور مصروف کار تھی۔حیرت کی بات ہے کہ اس مجلس کے بانیان بھی مولانا احمد الدین گانگویؒ اور مولانا اکبر علیؒ تھے ۔چناں چہ تذکار بگویہ جلد اول صفحہ ۹۲۷اور ۹۳۷ پر اس حقیقت کا کیا زبردست اعتراف موجود ہے۔آپ بھی پڑھیے:

''خوش قسمتی سے ضلع میانوالی میں چند ایسے مخلص خدامِ ملت موجود ہیں جن کے ذریعے اصلاح المسلمین کے نام سے ایک باعمل جماعت کا قیام عمل میں آ چکا تھا''۔

ضلع میانوالی میں مندرجہ ذیل علما کا وجود مسلمانوں کے لیے باعثِ برکت ورحمت ثابت ہوا: مولانا گل شیر خان کالاباغ، مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا محمد اکبر علی میانوالی، مولانا نور احمد وتہ خیل، مولانا صاحبزادہ محمد فخر الزمان سجادہ نشین کوٹ چاندنہ بن حضرت مولانا نور الزمان، مولانا صاحبزادہ محمد زین الدین سجادہ نشین ترگ شریف، جناب خان اللہ داد خان رئیس عیسیٰ خیل، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان مجددی خانقاہ کندیاں شریف، جناب حکیم عبد المجید سیفی انجمن اصلاح المسلمین اور اکابرین ضلع میانوالی کی درخواست پر ۳۰۔ستمبر ۱۹۳۸ء کو جامع مسجد میانوالی میں مولانا ظہور احمد بگوی صاحب امیر حزب الانصار کا زبردست خطاب ہوا جس سے عام مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں پر بہت اچھے اثرات پڑے اسی روز اکابرین کے مشورے سے رضا کاران اسلام کی بھرتی کا پروگرام مرتب کیا گیا اور اس کے دوسرے دن اسلامی تنظیموں کا عملی کام شروع کر دیا گیا عیسیٰ خیل، ترگ، موچھ، کالاباغ، کوٹ چاندنہ، ٹھٹھی ودیگر مقامات پر رضا کاران کے جیوش مرتب ہو گئے۔پندرہ روز کے اندر، وردیاں بھی تیار ہو گئیں اور اسی عرصہ میں ترکی زبان میں فوجی پریڈ بھی شروع ہو گئی۔

۲۲۔اکتوبر ۱۹۳۸ء کو تین سو سے زیادہ رضا کاران نے عیدگاہ میانوالی کے وسیع میدان میں منظم طریقے پر حربی پریڈ کی۔جس کو دس بارہ ہزار اشخاص نے دیکھا۔درج ذیل اصحاب باہر سے شامل ہوئے۔حضرت مولانا ظہور احمد بگوی، مولانا عبد الرحمٰن میانوی، مولانا پیر منیر شاہ خوشابی، مولانا محمد علم الدین خطیب جامع مسجد کیمبل پور، مولانا سید محمد بخش سوکڑی اور مولانا صاحبزادہ نور الحسن ٹمنوی۔دودنوں کے اجتماعات سے علمائے کرام نے خطاب کیا اور خاکساریت کی قلعی کھول دی۔

۲۳۔اکتوبر کے آخری اجلاس میں اتفاق رائے سے یہ قراردادیں منظور ہوئیں۔

۱۔ اسلامیان میانوالی کا یہ نمائندہ اور عظیم الشان اجتماع مسٹر عنایت اللہ مشرقی کے کفر پرور، اسلام سوز اور ملحدانہ رویے کے خلاف رنج ونفرت کا اظہار کرتا ہے اور حکومت پنجاب کے ذمہ دار ارکان کو متنبہ کرتا ہے کہ اس کے کسی مطالبہ کو بھی مسلمانان پنجاب کا مطالبہ قرار نہ دے۔مسٹر مشرقی کو مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ہرگز حاصل نہیں ہے۔نیز مسلمانانِ پنجاب کبھی گوارہ نہیں کر سکتے کہ حکومت کی طرف سے مشرقی کو ملحدانہ پراپیگنڈہ کے لیے آسانیاں بہم پہنچائی جائیں یا اسلامی بیت

المال کا ادارہ اس کے حوالے کیا جائے۔لہٰذا یہ اجلاس مشرقی کے پیش کردہ مطالبات سے بے زاری کا اعلان کرتا ہے۔

۲۔ اسلامیانِ ضلع میانوالی کا یہ نمائندہ اجتماع اعلان کرتا ہے کہ سنٹرل اسمبلی کے جن مسلم ارکان نے اسلام اور ملک کے مفاد سے غداری کر کے فوجی بل کے حق میں ووٹ دیے ہیں انھوں نے مسلم ووٹران کے جذبات کا ہرگز احترام نہیں کیا۔ایسے غدارانِ اسلام مسلمانوں کی نمائندگی کا قطعاً حق نہیں رکھتے۔

۳۔ مسلمانانِ ضلع میانوالی کا یہ شاندار نمائندہ اجتماع سرحد اور فلسطین کے مظلوم باشندگان کے ساتھ کامل ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کی مسلم آزار روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

۴۔ مسلمانانِ ضلع میانوالی کا یہ شاندار نمائندہ اجتماع حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتا ہے کہ ضلع میانوالی کے ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈوں میں نامزدگی کو جلد از جلد ختم کر کے انتخابی اور نمائندہ دستور جاری کیا جائے۔ (بحوالہ شمس الاسلام بھیرہ)

اجتماع میانوالی کے اہم فیصلے:

چونکہ اجتماعی مظاہرے کا آغاز اور شاندار اہتمام میانوالی سے ہوا تھا اس لیے اکابرین نے طے کیا کہ جگہ جگہ پھیلی انفرادی کوششوں کو ایک مضبوط مرکزی سلسلے کے ساتھ مربوط کر دیا جائے چناں چہ اس مقصد کے لیے درج ذیل فیصلے کیے گئے۔

۱۔ امیر حزب انصار کی جانب سے ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کو ہر قسم کی عملی امداد و راہنمائی۔

۲۔ جریدہ شمس الاسلام کے بھرپور تعاون کی یقین دہانی اور نشر و اشاعت کی آسانی۔

۳۔ رضا کاروں کی جماعت کا نام انصار الاسلام یعنی ''فوجِ محمدی'' ہوگا۔

۴۔ راہنمائی کے لیے ایک مجلس مشاورت کی تشکیل۔

۵۔ دستور اساسی اور دستور العمل کی تدوین

اپنے طویل مضمون کے آخر میں حزب الانصار کے مبلغ اور سالار جیوش ''فوجِ محمدی''، مولانا عبدالرحمان میانوی لکھتے ہیں۔

''میانوالی کے اس اجتماع کی مفصل روداد درج کرنے سے ہمارا اصلی مقصد یہ ہے کہ دیگر مقامات کے مسلمان بھی اس عملی مثال اور کارکردگی کو دیکھ کر خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور مسلم نوجوانوں کی تنظیم کر کے ان میں عسکریت کا جذبہ پیدا کریں اور ان کے دلوں میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنی زندگیاں وقف کرنے کا جذبہ پیدا کریں جو حضرات اپنے ہاں ایسی جماعت قائم کرنا چاہیں وہ حضرت امیر حزب اللہ کو اپنے عزائم سے مطلع کریں۔'' (شمس الاسلام، نومبر ۱۹۳۸ء)

اجتماع میانوالی کے بعد صوبہ بھر میں جگہ جگہ تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیاں تیز تر ہوگئیں۔اجتماع جمعۃ الوداع کے دن بھیرہ میں جیوش

حزب الانصار (فوجِ محمدی) نے شاندار جلوس نکالا۔

تذکار بگویہ صفحہ نمبر ۷۹۶ پر مزید مذکور ہے۔

''۱۵۔ جون ۱۹۳۹ء کو کالاباغ میں فوجِ محمدی کی مجلسِ مشاورت درج ذیل اصحاب شامل ہوئے''

حضرت مولانا صاحبزادہ فخر الزمان کوٹ چاندنہ، حضرت مولانا احمد الدین سجادہ نشین مکھڈ شریف، حضرت علامہ مولانا زین الدین سجادہ نشین ترگ شریف، ڈاکٹر سید محمد شاہ ٹھٹھوی، جناب قاضی منظور حسین بھیں، خان اللہ داد خان عیسیٰ خیل، مولانا گل شیر خان کالاباغ، مولانا محمد داؤد ٹیکسلوی، مولانا افتخار احمد بگوی بھیرہ اور دیگر مجالس کے نمائندگان اتفاق رائے سے درج ذیل فیصلے کیے گئے:

عسکری تنظیم کے قائدِاعظم مولانا صاحبزادہ محمد فخر الزمان کوٹ چاندنہ ضلع میانوالی

- ☆ قاضی منظور حسین بھیں، نائب قائدِاعظم
- ☆ امیر العساکر حلقہ شرقی مولانا افتخار احمد بگوی
- ☆ امیر العساکر حلقہ غربی ڈاکٹر سید محمد شاہ ٹھٹھوی
- ☆ امیر العساکر حلقہ شمالی مولانا محمد جان ٹیکسلوی
- ☆ ادارہ عالیہ عسکریہ محمدیہ کا صدر مقام ٹیکسلا ہوگا۔
- ☆ رضا کاروں کی وردی خاکی رنگ اور سر کے لیے سرخ رنگ کی ترکی ٹوپی ہوگی۔
- ☆ ہر مجاہد اور ہر معاون اپنے بازو پر سبز رنگ کا نشان ''نصرت'' چسپاں کرے گا۔
- ☆ محمدی فوج کا منظور شدہ جھنڈا ادارہ عالیہ کی طرف سے ہر مجلس کو ملے گا۔

ادارہ عالیہ کے اہم اعلانات اور ہدایات

اعلان نمبر ۲ میں لکھا ہے کہ ڈی آئی خان، بنوں اور میانوالی کے اضلاع میں جس قدر انصار الاسلام (فوجِ محمدی) کی جماعتیں قائم ہو چکی ہیں وہ پریڈ سکھلانے کے لیے حضرت صاحبزادہ محمد زین الدین سجادہ نشین ترگ ضلع میانوالی ناظم اعلیٰ احتساب سے امداد طلب کریں حضرت ممدوح ان کے پریڈ کرانے والے عسکری کو روانہ کردیں گے دیگر امور کے متعلق ان اضلاع کی جماعتیں حضرت صاحبزادہ محمد فخر الزمان شاہ صاحب سجادہ نشین کوٹ چاندنہ ڈاکخانہ کالاباغ سالارِ اعظم فوجِ محمدی سے مشورہ طلب کرسکتی ہیں۔

فوج محمدی میانوالی کی کابینہ

تمام مجالس اسلامیہ کی متفقہ مرکزی مجلس، امیر حزب الانصار کی مشاورت سے طے کی گئی:۔

صدر: جناب اللہ داد خان رئیس عیسیٰ خیل

مفتی اعظم: جناب مولانا محمد زین الدین ترگ

ناظم عمومی: محمد اکبر خان خنکی خیل

ناظم تعلیمات: حافظ مولوی غلام جیلانی میانوالی

سالار اعظم: حضرت مولانا پیر سید محمد فخر الزمان شاہ صاحب کوٹ چاندنہ

اسی افواج محمدی کی تنظیمی تبلیغی اور عسکری پھیلاؤ کی وضاحت کے ان چند مقامات کے نام درج کیے جاتے ہیں جہاں پر افواجِ محمدی اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے سرگرم عمل تھی۔

ایبٹ آباد، راولپنڈی، کیمبل پور، بنوں، میانوالی، سندھ، صوبہ یوپی ہندوستان، ڈھاکہ بنگال، کلکتہ، ملتان، جہلم، چنیوٹ، ڈیرہ اسمٰعیل خان، ٹانک، کشمیر وغیرہ

قارئین! کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایسی وسعت پذیر تنظیم کے ارباب بست وکشاد میانوالی کی جماعت اصلاح المسلمین کی کارکردگی سے مطمئن بھی تھے، خوش بھی اور اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزار بھی۔

عقل و دانش محوِ حیرت ہے کہ مسجد میں اپنی زندیاں بِتا دینے والے اپنے معاشرے سے بھی مکمل طور پر جڑے رہے اور کبھی بھی سماج کے تقاضوں سے غفلت کے مرتکب نہ ہوئے۔ مولانا اکبر علیؒ نے وہ زمانہ پایا جب تمام شعبہ ہائے زندگی پر ہندوؤں کی بالا دستی تھی اور مسلمانوں کا کوئی پُرسان حال نہ تھا۔ غافل مسلمانوں کی مجموعی زندگی بٹیر بازی، کتا بازی ،لہو ولعب بازی کا شاخسانہ تھی۔ اگر کوئی کاروبار کرنا بھی چاہتا تو اسے (کراڑ) یعنی ہندو ہونے کا طعنہ ملتا۔

کہا جاتا ہے کہ میانوالی کے مین بازار میں مسلمانوں کی ایک دُکان بھی موجود نہ تھی ایک طرف فضول خرچی تھی اور دوسری طرف قرض کا مہلک مرض لاحق تھا چالاک ہندو بنیا قرض کا حساب اپنی ہی مرضی سے لکھتا تھا اور اس پر وہی لطیفہ چلتا تھا کہ ''سات اڑھایہ ساڑھے سینتیس' اوپر مارے چار، ہوگئے خان صاحب کل ساٹھ روپے صرف'' اور خان صاحب کہتے ''لکھ دے سیٹھ بہی میں، فصل پر ایک ایک پائی چکا دوں گا۔''

جہالت اور پسماندگی کی کوکھ سے جنم والی دیگر سماجی و معاشرتی برائیاں اس پر مستزاد تھیں۔ مسلمان غریب بچوں کا بھی کوئی ولی وارث نہ بنتا۔ یہاں تک کہ مسلمان غریب بچوں کی کفالت سے ہندو بھی نفرتاً انکار کرتے دیتے، نتیجتاً بالآخر اس محاذ پر بھی انھیں علما نے لڑنے کا فیصلہ کیا۔ انقلابی اقدامات کیے گئے، مولانا احمد الدین گانگوی، مولانا اکبر علی اور خان محمد اکبر خان خنکی خیل پر مشتمل ایک بیدار مغز اور شعورِ عصر سے معمور ٹرائیکا نے ٹھیکے کے کام سرانجام دیئے۔

چناں چہ مسلمان تاجروں کو باضابطہ فنڈز اکٹھے کر کے دیئے گئے انھیں دُکانیں کھلوا کر دی گئیں۔ مثلاً جامعہ مسجد (جامعہ اکبریہ) کے ساتھ حاجی محمود ڈرہال کو کریانہ، شیر محمد آف کھٹی کو گوشت، قریشی میاں محمد کو دودھ دہی، حاجی صالح محمد شاہ، حاجی محمد امیر شاہ وغیرہ کو سبزی کی دُکانات بنوا کر دی گئیں اور عام مسلمانوں کو ان دُکانوں سے سودا لینے کا حکم

دیا گیا، جامعہ اکبریہ کے ساتھ ہی برلبِ سڑک دُکانات بھی اسی مقصد کے لیے تعمیر کی گئی تھیں۔

برصغیر بھر میں پھیلی ہوئی مسلمانوں کی سماجی تنظیم ''انجمنِ اسلامیہ'' ضلع میانوالی جس کی بنیاد مولانا احمد الدین گانگوی اور مولانا اکبر علی نے ہی رکھی تھی، اس کی صدارت خان محمد اکبر خان خنکی خیل کے پاس تھی۔ اس انجمن میں میانوالی کے دیگر نامی گرامی بزرگ خان سلطان خان سرور خیل، میاں محمد اکبر میانہ، خان جی احمد خان خنکی خیل، حاجی خانزمان خان خنکی خیل، خان غلام محمد خان زادے خیل، مولا بخش ایڈووکیٹ، میجر غلام حسن خان وغیرہ بھی شانہ بشانہ ہوا کرتے تھے۔ انتہائی وسیع و عریض ''یتیم خانہ'' اور اس سے بڑا ''دار الاطفال'' قائم کیا گیا۔ یہ تاریخی عمارتیں آج بھی قابل دید ہیں۔ یہاں سے ہزاروں یتیم طلبا پروان چڑھے، بعد ازاں ایکڑوں پر مشتمل میانوالی کی تاریخی عیدگاہ اور جنازہ گاہ بلوخیل بھی قائم ہوئی۔ جس کی تولیت اور خطابت مسلسل خاندانِ اکبریہ کے پاس چلی آ رہی ہے۔

دینی، سماجی و اصلاحِ احوال کے لیے جامعہ اکبریہ اور اس عیدگاہ میں کئی کئی دنوں تک مسلسل جلسے منعقد ہوتے رہتے۔ دراصل یہ اپنی نوعیت کے ریفریشر کورسز ہوا کرتے تھے۔ مولانا گل شیر آف ملہوالی پنڈی گھیب اور انتہائی انقلابی بگوی تحریک کے مولانا ظہور احمد بگوی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے نابغۂ روزگار لوگوں کے انقلاب آفریں نغموں سے آج بھی یہاں کے در و بام گونج رہے ہیں۔ چشم و گوشِ تصور میسر ہوں تو ان کی دھمک کو آج بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد مہاجرین کی آمد اور آبادکاری ایک مسئلہ تھا۔ مہاجرین کے لیے مختلف جگہوں پر کیمپ بنائے گئے۔ جامعہ مسجد اکبریہ کو بھی مہاجرین کا ایک کیمپ قرار دے دیا گیا۔ حضرت مولانا اکبر علیؒ ضعیف تھے۔ آپ نے اپنے صاحبزادگان حضرت مولانا غلام جیلانیؒ، مخدوم غلام ربانیؒ اور ان کے علاوہ غلام قادر خان زادے خیل کو ان کی خدمت اور مکانوں کی الاٹ منٹ پر مامور فرمایا۔ آپ کے استغنا کا عالم یہ تھا کہ ایسے وقت میں جب کہ بہت سے لوگ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے تھے آپ نے اپنے لیے یا لنگر غوثیہ کے لیے نہ تو کوئی جائیداد لی اور نہ ہی کوئی نذرانہ قبول فرمایا، اسی طرح ایک انگریز ڈپٹی کمشنر نے لنگر کے نام پر زمین وقف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے کئی مربع زمین لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ یہ غوثِ اعظم کا لنگر ہے اور انھی کی برکت و عطا سے چلتا ہے اسے زمینوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

مجاہدِ ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی اور جامعہ اکبریہ کا جنم جنم کا ساتھ رہا۔ عشروں پر پھیلا روح و خاطر کا یہ نیازمندانہ اور سدابہار تعلق نیازی صاحب کی عین وفات تک قائم و دائم رہا۔ چشمِ فلک نے دین و سیاست کی ایسی یکجائی کم ہی کہیں دیکھی ہوگی، جمعیتِ علماء پاکستان اور جامعہ اکبریہ اکائی بن کر رہے۔ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے سے کندھے سے کندھا ملا کر چلے۔ یہ رشتہ من و تو کا نہیں بل کہ تن و روح اور گل و خوشبو کا رشتہ تھا۔

گلستانِ اکبریہ کی آبیاری میں چار نسلوں کے خون پسینے کی بوباس رَچی بسی ہے۔ نہ جانے کتنے مردان وفاشعاروں کی آہ نیم شبی نے اس ٹکڑۂ زمیں کو ابدی جمالِ جاوداں سے نواز دیا ہے۔ یہ جامعہ، پُکار رہے جاگتے رہنے کی اور

اِک للکار ہے جبر جفا کار کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کی۔ جامعہ اکبریہ ایک سفر ہے، تلاش کا، متاعِ گم گشتہ کو کھوجنے کا، کاروانِ گم کردہ راہ کو راہ سُجھانے کا یہ استعارہ ہے۔ بازیابیِ عظمتِ رفتہ کا، نشان ہے ایسے قافلہ سالاروں کا جو آج بھی وقت کے شبستانوں میں چراغ بکف کھڑے ہیں۔ یہ نام ہے ایسے مصلحت ناآشنا پیکرانِ عظمت کا جنھوں نے متاعِ غیرت و ایماں کا سودا نہ کرنے کا سودا کر رکھا ہے۔ دمِ تحریر بھی غازیانِ جامعہ اکبریہ کا ایک قافلہ جیل سے رہا ہو کر آیا ہے تفصیل اس قصے کی پھر سہی!

جامعہ اکبریہ اہلِ سنت کے سیاسی حقوق کا ہمیشہ قلعہ ثابت ہوا۔ جامعہ اکبریہ کی تنہا اور دیگر تنظیموں کے ساتھ مشترکہ محاذ آرائیوں اور معرکہ آرائیوں کی پاداش میں صاحبزادہ محمد عبدالمالک صاحب اور ان کے رُفقائے کار و احباب کو متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں اور مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ تحریکِ حقوق کالاباغ کی پاداش میں ۱۳ دن میانوالی جیل اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کے دوران ۱۸ دن جھنگ جیل میں گزارے۔ 16MPO، 144، 7ATA جیسے دہشت گردی کے مقدمات کا سامنا کیا۔ جامعہ کے طلبا و اساتذہ اور صاحبزادہ صاحب کے بھائی صاحبزادہ عبدالاسلام بھی گرفتار رہے اور مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ ۷۷۔۱۹۷۰ء کا دور اہلِ حق کے لیے مشکل دور تھا۔

حکومت نے آوازِ حق کو دبانے کے لیے جلسے جلوسوں پر سختی پر پابندی لگا رکھی تھی۔ قائدینِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، پیر سید برکات احمد شاہ، ملک محمد اکبر ساقی اور دیگر اکابرینِ جمعیتِ علماء پاکستان کے جلسے کو ناکام بنانے کے لیے کمیٹی گراؤنڈ میں پانی چھوڑ دیا گیا۔ جلسہ عیدگاہ میانوالی منتقل ہوا۔ پولیس نے لاؤڈ سپیکر اتار کر سٹیج توڑ دیا۔ پھر اکبر المساجد میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ اجتماع تاریخی شکل اختیار کر گیا۔ اس پاداش میں صاحبزادہ عبدالمالک، محمد سعید اسدی ایڈووکیٹ اور پیر جمال الدین شاہ کاظمی پر مقدمات درج ہوئے۔ جس دور میں تحریکِ نظامِ مصطفیٰ چلی مرکزی دفتر جامعہ اکبریہ ہی تھا۔ دو مہینے تک احتجاجی جلوس نکلتے رہے بالآخر جمعیت کی ساری قیادت کو گرفتار کر کے جھنگ جیل بھیج دیا گیا۔ اٹھارہ دن جھنگ جیل میں گزرے، پھر ہائی کورٹ کے حکم سے میانوالی منتقلی ہوئی۔

مولانا اکبر علی کے لائق و فائق فرزند مولانا غلام جیلانی فاضل جامعہ اسلامیہ امروہہ ہندوستان نے اپنے والدِ گرامی کی قائم کردہ بنیادوں کو اور مستحکم کیا اور حیاتِ مستعار کے ایک ایک لمحے کو پوری وابستگی کے ساتھ اس ادارے کی آبیاری کے لیے وقف کر دیا، زمانہ شاہد ہے کہ آپ مسجد و مدرسہ ہی کے ہو کر رہ گئے اور اپنے پاکیزہ مقاصد کو بروئے کار اور برلانے کے لیے جدوجہد اور استقامت کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔

مولانا فخر الدین گانگویؒ نے اپنی ذاتی ڈائری کے اوراق میں دینِ متین کی خدمت و ترویج کے لیے مولانا غلام جیلانی کے بسوں کی چھتوں اور بائی سائیکل پر سفر کرنے کے تذکرے بھی رقم کیے ہیں۔ کیا بات ہے محبتِ خدا و مصطفیٰ ﷺ میں سرشاران مردانِ وفا شعاروں کی!

یہ مولانا جیلانی ہی تھے جنھوں نے میانوالی میں ۱۹۶۰ء میں میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی ابتدا کی تھی۔ ابتدا میں یہ جلوس چند تانگوں پر ہی مشتمل ہوا کرتے تھے۔ تحریکات اکبریہ کی نشاۃِ ثانیہ آپ ہی کے دور میں شروع ہوئی۔ آپ نے اپنے والدِ گرامی کے مشن کو جاری و ساری ہی نہیں بل کہ اپنے تن و جان پر طاری کر چکے تھے۔ جامعہ مسجد کی خطابت، عظیم عید گاہ میانوالی کی سرپرستی و خطابت یتیم خانہ و دارالاطفال کی نگہداشت آپ کی زندگی کا مشن بنی رہی۔ سیاسی طور پر مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ کا ہی ساتھ دیا اور مجاہدِ ملت کے اکثر خطابات اکبر المساجد ہی میں ہوا کرتے تھے۔

مالکِ عرش کریم کا کرم بالائے کرم ہوا کہ مولانا غلام جیلانیؒ کے گھر آنگن میں ایک ایسا پھول کھلا جس کی خوشبو سے لالہ زارِ اکبریہ مہک مہک اٹھا۔ آسمان جامعہ اکبریہ کو چار چاند سے لگ گئے اور اس خطۂ نور کا ذرہ ذرہ تک چمک دمک اٹھا۔ موجودہ زیبِ سجادہ صاحبزادہ محمد عبدالمالک قدس سرہ العزیز نے سلسلۂ عالیہ کے بزرگوں کے اس بارِ گراں کو اپنے ناتواں کندھوں پر یوں اٹھایا اور نبھایا کہ اسے ہم دوشِ ثریا کر کے دکھا دیا۔ اکبر المساجد اور جامعہ اکبریہ کے زیرِ اہتمام چلنے والی سینکڑوں مساجد، مدارس، اداروں، تنظیموں اور جماعتوں کو تسبیح کے دانوں میں پرو کر ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا جس پر کارکنانِ تحریک اکبریہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے ان تمام اداروں کی بنیادوں کو اس قدر گہرا کر کے تعمیر کیا ہے اور انھیں اپنی بے نظیر انتظامیہ صلاحیتوں کے بل بوتے پر وہ بے مثال استحکام بخشا ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے اس پر بسا اوقات یقین نہیں آتا۔ صاحبزادہ صاحب کی ذاتِ باوقار ایک ایسا شجرِ پُر بہار ہے جس کے تسکین بخش اور گھنیرے سائے میں مسافرانِ راہِ حقیقت آن ستاتے ہیں اور آپ کے ہاتھوں سے شرابِ محبت کے جام لنڈھا کر نئی استقامت کے ساتھ پھر جادۂ منزل پر سرمست خرام ہو جاتے ہیں۔ ان کے دامنِ شفقت سے اسے ماں جیسا پیار ملتا ہے اور ان کی آنکھوں سے سدا پیار کے جھرنے بہتے ہیں۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ مے خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

☆☆☆☆☆

سماع کی کہانی صوفیہ کی زبانی

یاسر اقبال

موسیقی یا راگ کا شوق ایک فطرتی ولولہ ہے۔کائنات کی ہر چیز اپنے اپنے رنگ میں اس شوق میں مصروف ہے۔ یہ وہ طبعی جوش ہے جو ہر وجود کو ودیعت کیا گیا ہے۔آبشاروں سے بھی یہ دل رُبا صدا آتی ہے اور ہوا کی سرسراہٹ میں بھی موسیقیت کا ایک خوشگوار تاثر ملتا ہے۔آگ میں بھی یہ ولولہ پایا جاتا ہے اور مٹی میں بھی۔کوئی کسی رنگ میں گا رہا ہے اور کوئی کسی میں۔ہستی کا ہر ذرہ ہم آہنگ آوازوں کے ساتھ اپنی اپنی لئے میں سرشار ہے۔ہر وجود اپنی صدا پر خود فدا ہے اور خود ہی اپنی تماش بینی کر رہا ہے۔ہر مادہ کسی نہ کسی رنگ میں صدا بندی کر رہا ہے۔صدا بندی کا اظہار صرف جاندار چیزوں تک محدود نہیں ہے بے جان چیزوں میں بھی اپنی ایک موسیقی ہوتی ہے۔رنگوں کے تناسب میں موسیقی، بارش کے برسنے میں ایک ترنم، مرغانِ چمن کی خوش الحانی، کہساروں کی خاموش موسیقی، دریا کی روانی میں ایک سکوت و ٹھہراؤ ایک فطرتی موسیقی کا تاثر دے رہے ہوتے ہیں۔فنِ موسیقی کے دائرے میں صرف مغنیان کی اختراع ہی نہیں بل کہ فطرت کے مغنیان بھی اس فن سے گہرا علاقہ رکھتے ہیں۔مرزا سلطان احمد فنِ موسیقی کی وضاحت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''موسیقی یا راگ کا موضوع آواز ہے جب آواز یا آوازوں کے نکالنے، بندش ترتیب، انضباط، ٹھہراؤ، نقطۂ آغاز واختتام کا قانون ضابطہ ترتیب دیا جاتا ہے تو اس کا نام راگ یا موسیقی ہو جاتا ہے۔انسان کے منہ سے دوسری اشیا کے تضارب اور تصادم سے جس قدر آوازیں نکلتی ہیں وہ سب کی سب منتشر رنگ میں مبادیاتِ راگ ہیں انھیں جب ایک ضابطہ اور قانون کے ماتحت لایا جاتا ہے تو ان کا نام موسیقی یا راگ ہو جاتا ہے۔'' (فنونِ لطیفہ؛ص ۱۴۴)

موسیقی علم الاصوات کی ایک ذیلی شاخ ہے لیکن اس سے مراد وہ آوازیں ہیں جو قوانینِ فطرت کے مطابق موزوں کی گئی ہیں اور قانونِ فطرت کی رُو سے سامع کی داخلی واردات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔امام غزالیؒ نے اسے روحانی غذا کہا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں پایا جانے والا مواد پاک ہو۔بعض احباب موسیقی اور غنا کو ایک ہی درجے پر رکھتے ہیں۔موسیقی کا تعلق رُوح سے ہے جب کہ غنا کا تعلق نفسِ لوامہ سے ہے۔اوپر بیان ہو چکا ہے کہ موسیقی اُن موزوں آوازوں کا مجموعہ ہے جو قوانینِ فطرت سے ہم آہنگ ہیں جب کے غنا اُن آوازوں کا مجموعہ ہے جن کا تعلق لذائذِ حسی سے ہوتا ہے اور کلام میں بھی کوئی طہارت نہیں ہوتی۔سید امداد امام اثر نے موسیقی اور غنا کے فرق کی وضاحت اس طرح

☆ لیکچرر شعبہ اُردو۔اسلام آباد ماڈل کالج برائے طلبا، اسلام آباد

کی ہے:

''اگر موسیقی کا علم قوانینِ فطرت پر مبنی نہ ہوتا تو روحِ انسانی کو زنہار اس سے حظ نہیں ملتا اور واقعی امر یہ ہے کہ موسیقی کو لذائذِ حسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بر خلاف غنا سراپا لذتِ حسی سے متعلق ہے اور ہرگز شایانِ روحِ پاکباز اں نہیں ہے۔'' (کاشف الحقائق؛ ص ۵٦)

موسیقی اور غنا کے اثرات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ سید امداد امام اثر کے بقول حسی طور پر موسیقی کا جو اثر مزاجِ انسان پر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سنگ دِلی اس سے دُور ہوتی ہے۔ نرم مزاجی اور خدا ترسی کے عناصر اس کی طبیعت میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ مزاج میں رحیمی آتی ہے اور صبر و رضا کی صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایذا رسانی اور حق تلفی کے منفی رویوں کا طبیعت سے انخلا ہوتا ہے۔ اپنی بے حقیقی ، بے چارگی، بے مائیگی ہویدا ہوجاتی ہے۔ میلان شر و فساد جاتا رہتا ہے۔ انکسار، تحمل، فروتنی، عجز، مروت، حق پسندی، وفاداری، بے غرضی، سیر چشمی، شجاعت، مردانگی، محبت، خود غرضی، تکبر، تشنج وغیرہ جو رذیل کیفیاتِ بشریہ ہیں اُن کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ لیکن وہ چیز جسے ہمارے ہاں موسیقی کہا جاتا ہے وہ موسیقی نہیں غنا ہے جس سے نفس حرام کاری، فسق و فجور، رِندی اوباشی وغیرہ کی طرف مائل ہوجاتا ہے وہ موسیقی نہیں غنا ہے اور یہی وہ چیز ہے جسے اہلِ تقوی اشد من الزنا سمجھتے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو موسیقی حسنِ صوت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایک خوبصوت عطیہ ہے۔ قرآن نے بھی خوش الحانی کو خدا کی نعمتوں میں شمار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی معجزہ ودیعت کیا حضرت داؤدؑ کو لحنِ داوٗدی سے نوازا۔ آپؑ زبور اس خوش الحانی سے پڑھتے تھے کہ پرندے ہوا میں معلق ہوجاتے تھے اور کائنات کی ہر چیز پر ایک سکوت طاری ہوجاتا تھا۔ موسیقی کی غرض و غایت کے حوالے سے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح لوہے اور پتھر میں آگ مخفی ہوتی ہے اسی طرح دِلوں کے باطن میں اسرار چھپے ہوتے ہیں ان کے اظہار کی تدبیر راگ سے بہتر کوئی نہیں ہے۔

داتا علی ہجویریؒ نے بھی کشف المحجوب میں موسیقی اور سماع کی تفصیل کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری نے بھی اپنی کتاب ''اسلام اور موسیقی'' میں متعدد مستند حوالوں سے موسیقی کی وضاحت کی ہے اور بتایا ہے کہ اسلام بھی موسیقی کی خوبیاں جو نیچرل رنگ میں ہیں انھیں قبول کرتا ہے لیکن اگر اس میں موادِ شہوانیت کو اپیل کرنے والا ہو تو اس کے بُرے اثرات سے بھی اپنے متبعین کو ڈراتا ہے۔ تاریخ برصغیر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہوں سے پہلے مشائخِ صوفیہ نے موسیقی کی طرف توجہ کی اور حال و قال کی مجالس میں سماع کی صورت میں اس کو جاری رکھا۔ سماع فنِ موسیقی کا ایک پاکیزہ اور دِل کش اسلوب ہے جسے صوفیائے کرام نے برصغیر میں رواج دیا۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی سماع کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:

''سماع (بفتح سین) اہلِ لغت کے مطابق مصدر ہے جس کے معنی سننے کے ہیں لیکن اصطلاح میں

اچھی آواز، سرور، وجد و حال اور سرود و رقص کے بھی ہیں۔۔۔سماع فتح سے یعنی زبر سے سننے کے معنوں میں ہے اور کسرہ سے یعنی زیر سے فارسی زبان میں سرود و نغمہ کے ہیں۔سماع ایک کیفیت ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے دل پر وارد ہوتی ہے ، دل کو احوالِ غیب بتاتی ہے اور عہد ازل (الست بربکم) کی یاد دلاتی ہے۔صوفیا سماع کو رقصِ رُوح بھی کہتے ہیں، وہ رقص جو انسان کی روح کو ہویّتِ حقیقت کی فضا میں پہنچا دیتی ہے ۔''

(سماع و موسیقی تصوف میں؛ص ا)

ڈاکٹر موصوف نے تذکرۃ اولیا کے حوالے سے سہل بن عبداللہ تستریؒ کے سماع سننے کا واقعہ بیان کیا ہے کہ آپؒ جب سماع سنتے تو وجد میں آجاتے تھے اور کئی کئی روز تک اسی وجد کی کیفیت میں رہتے تھے، کھانا بالکل نہیں کھاتے تھے، اگر سردی ہوتی تو پھر بھی انھیں اتنا پسینہ آتا تھا کہ کپڑے تر ہو جاتے تھے۔

سماع آرامِ جان زندگان است
کسی داند کہ او را جانِ جان است

سماع زندہ انسانوں کے لیے راحت افزا اور راحتِ جان ہے لیکن یہ حقیقت اہلِ دل اور عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں۔حضرت احمد بن محمد الطوسیؒ نے اپنی تالیف ''بوارق'' میں لفظِ سماع کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سماع کا سین اور میم سم ہے یعنی سماع سم یا زہر ہے جو صوفی کو ماسوا اللہ سے لاتعلق کر کے غیبی مقامات پر پہنچا دیتا ہے۔جہاں صوفی کو سماع سے قربتِ حق حاصل ہوتی ہے۔سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مطابق سماع کے منکرین تین قسم کے لوگ ہیں (ا) جاہل لوگ جو سنت و احادیث سے واقف نہیں (۲) وہ لوگ جو اپنے اعمالِ نیک پر مغرور و متکبر ہیں (۳) وہ لوگ جو ذوقِ سماع سے محروم ہیں۔ورنہ حسنِ صوت تو جانور کو بھی متاثر کرتی ہے ، اونٹ حدی کے نغمے سن کر مست ہو جاتا ہے۔(سیر الاولیا؛ص ۵۳۲)

سماع ایک موزوں آواز ہے اور موزوں آواز حرام کیسے ہو سکتی ہے۔البتہ مجلسِ سماع میں حضرت نظام الدین اولیاؒ آلاتِ موسیقی چنگ و رباب اور خواتین کے شریک ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔آپ محفلِ سماع کے قواعد و ضوابط کا بہت خیال رکھتے تھے۔

شیخ بدرالدین غزنویؒ نے شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے سوال کیا کہ اہلِ سماع کی بے ہوشی کہاں سے ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ بے ہوشی الست بربکم سے ہے، جب یہ ندا سنی تھی تو ساری خلقت بے ہوش ہو گئی تھی، اُسی زمانے سے یہ بے ہوشی اہلِ سماع سنتے ہیں تو بے ہوشی اُن پر اثر کر جاتی ہے اور وہ وجد میں آجاتے ہیں۔(سیر الاولیا؛ ۵۱۰-۵۰۸) سماع اور موسیقی کے حوالے سے برصغیر میں سلسلہ چشت کے بزرگوں کا ذکر خصوصیت کا حامل ہے۔ہندوستان میں سماع کا

باقاعدہ آغاز کرنے والے بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں۔ آپ کے ہاں باقاعدہ محفلِ سماع ہوتی تھی۔ حضرت قطب الدین بختار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ کی محفل سماع میں اکثر مشائخ کبار شریک ہو کر فیض یاب ہوتے تھے۔ جن میں شیخ شہاب الدین سُہر وردیؒ شیخ محمد کرمانیؒ، شیخ سیف الدین ماجوزیؒ، شیخ احمد بن محمد اصفہانیؒ، مخدوم زادہ شیخ برہان الدین چشتیؒ، مولانا بہاالدین بخاریؒ، مولانا محمد بغدادیؒ، شیخ برہان الدین غزنویؒ، خواجہ سلیمانؒ شامل ہوتے تھے۔ حضرت قطب الدین بختار کاکیؒ کا وصال بھی محفلِ سماع میں ایک شعر سننے کے سبب ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ محفلِ سماع میں شریک تھے جب قوالوں نے یہ شعر پڑھا:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
هر زماں از غیب جانے دیگر است

اس شعر سننے کے بعد خواجہ صاحبؒ پر تین دن تک وجد و حال کی کیفیت طاری رہی آخر کار اسی کیفیت میں آپ کی روح پرواز کر گئی۔ سماع کی ترویج میں سلسلۂ چشت کی خانقاہوں کا کلیدی کردار تھا۔ بیشتر بزرگ موسیقی کے علوم میں گہری دسترس رکھتے تھے۔ سماع کے فروغ اور ترویج میں حضرت نظام الدین اولیاؒ کی خانقاہ بہت مشہور تھی۔ حضرت امیر خسروؒ کی آپ سے نسبت اور خسروؒ کا موسیقی میں نئی نئی اختراعات کرنا آپؒ کا ہی فیضانِ نظر تھا۔ ان بزرگوں کے علاوہ حضرت گیسو درازؒ بھی سماع اور موسیقی کی مبادیات کا عملی طور پر گہرا ادرک رکھتے تھے۔ آپؒ اکثر فرماتے تھے کہ میں نے سلوک کی منازل تلاوتِ قرآن اور سماع سے طے کی ہے۔ ایک بار سماع پر گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ تان اور لے غزل کے مزاج اور مضمون کے مطابق ہونی چاہیے اگر اشعار میں بے زاری، عجز و انکسار ہے تو پھر اس کا غنائی اسلوب بھی ان اشعار سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔

سلاطین میں سلطان التمش پہلا سلطان تھا جو سماع سے شغف رکھتا تھا اور خواجہ قطب الدین بختار کاکیؒ کی خانقاہ پہ جا کر سماع سنتا تھا۔ صوفیہ نے سماع کو باطنی اصلاح، روحانی تشفی اور حق تعالیٰ کی محبت کو دِل میں بیدار کرنے کا ذریعہ بنایا۔ خلفائے چشت میں حضرت امیر خسرو کو طوطیٔ ہند کہا گیا۔ سماع اور موسیقی کے حوالے سے آپ کی جو خدمات و اختراعات ہیں اُن کی آج تک نظیر نہیں ملتی۔ آپ اپنے کلام کے لیے خود دُھنیں ترتیب دیتے تھے۔ موسیقی کلام، سر اور لے کا مجموعہ ہے۔ آپؒ کے بقول اگر موسیقی میں کلام نہ ہو تو یہ محض اوں، آں، ایں کی آوازوں کے علاوہ کچھ نہیں۔ لہٰذا موسیقی کو بامعنی بنانے میں امیر خسرو نے بامعنی کلام کو اختیار کرنے پر توجہ دلائی۔ ترانہ، قول، قلبانہ اور غزل جیسے غنائی اسالیب آپ نے متعارف کرائے۔ قوالی جو قول سے مشتق ہے خسروؒ ہی کی ایجاد ہے۔

آپ نے قوالی کا اسلوب جس میں اشعار کی تکرار اور تالیوں کے اضافے کر کے کلام میں بلند آہنگ کے اسلوب کو متعارف کرایا۔ خسرو کے بعد جو دوسرا بڑا نام آتا ہے وہ مخدوم شیخ بہاء الدین برناویؒ کا ہے آپ بھی سماع اور موسیقی

کے عملی میدان میں مہارت رکھتے تھے۔ کتابِ چشتیہ میں آپ کے احوال تفصیل سے ملتے ہیں۔ فقیر سیف اللہ سیف خاں اپنی کتاب ''راگ درپن'' میں بتاتے ہیں کہ آپ دُرویش تھے اور سبز رنگ کے فقیری لباس میں ملبوس نظر آتے تھے۔ سلسلہ چشت میں سماع کو روح کی غذا تصور کیا جاتا ہے۔ گدی نشین درگاہِ اجمیر شریف صاحب زادہ سید فضل المتین چشتی فرماتے ہیں:

''سماع ہم چشتیوں کی روحانی غذا ہے۔ ہم راہِ سلوک بہ آسانی اس کے ذریعے بھی طے کرتے ہیں اور اعلیٰ روحانی مقامات اور مدارج حاصل کرتے ہیں۔ سماع کے جائز اور ناجائز ہونے کی بحث چلتی رہی ہے، چلتی رہے گی۔ ہم سنتے آئے ہیں اور سنتے رہیں گے۔''

(سُرود رُحانی؛ ص ۲۱)

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی سماع کی ایک مجلس کا احوال سناتے ہیں کہ شیخ العالم سیف الدین باخرزیؒ کی خدمت میں ایک درویش تھا جس کا نام سدید الدین خوارزمیؒ تھا جو اپنا مال اور اپنی دُکان اللہ کی راہ میں دے کر شیخ العالم کی خدمت میں رہتا تھا اور اُن کے مطبخ میں خدمت کرتا تھا ایک رات شیخ سماع سن رہے تھے، سدید الدین خدمت سے فارغ ہو کر اور عشاء کی نماز ادا کر کے مجلس سماع میں آ گیا اس وقت قوال یہ کلام پڑھ رہے تھے:

دردی است دریں دِلم نہانی
کاں دردِ مرا دوا تو دانی
چوں مرہم بے دِلاں تو سازی
در درد دِلم فرو نمانی
یارب بہ درِ کہ باز گردم
گر تو ز درِ خودم برانی
گر پای سگی درِ تو کوبد
دانم کہ تو ضایعش نمانی
از من گنہ آید و من اینم
وز تو کرم آید و تو آنی
گفتم ارنی و نیست گشتم
از بیمِ جوابِ لَن تَرانی

سدید الدین نے نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑا اور وفات پا گیا۔ (سماع نامہ ہائے فارسی؛ص ۳۱۹۔۳۱۸)

سماع کے لیے کلام کا انتخاب خاص نقطۂ نظر سے ہونا چاہیے اس کا موضوع اہلِ دِل کی کیفیات سے علاقہ رکھتا ہو۔ یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ عارفانہ کلام کی لفظیات کے معنی مرادی کی بجائے مجازی نوعیت کے ہوتے ہیں اور اپنے اندر ایک خاص عارفانہ معنویت رکھتے ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ سماع کے اشعار میں جو الفاظ بیان کیے جاتے ہیں ان میں زُلف قربتِ حق کے معنوں میں ہے اور بعض دفعہ یہی زُلف جب محبوب کے رُخسار کے تِل کو چھپا لیتی ہے تو کافر ہو جاتی ہے۔ (سیر الاولیا؛ص ۵۰۴) عارفانہ کلام میں چند منتخب الفاظ و تراکیب کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے (بحوالہ ''سماع نامہ ہای فارسی'')

۱۔ بُت: ہر وہ چیز جو انسان کے دِل کو مطلوب و مقصود ہو، اگر وہ چیز غیر اللہ ہو تو وہ مذموم ہے اور اگر مقاماتِ سلوک میں سے کوئی مقام ہے تو اُس کو قابلِ تعریف کہا جاتا ہے۔

۲۔ بُت خانہ: وہ دِل جس میں دُنیا اور آخرت کی طلب ہو۔ اس طرح وہ دِل جس میں دینی مقامات میں سے کسی مقام کی طلب ہو۔

۳۔ ترسا: صوفیہ کی اصطلاح میں مردِ رُوحانی کو کہتے ہیں جو نفس و جسم سے مجرد ہو کر مرتبۂ روح میں پہنچ جاتا ہے۔

۴۔ ترسا بچہ: رُوحانیت کے پیغام کو ترسا بچہ کہتے ہیں یعنی وہ واردات جو عالم ارواح سے دِلوں پر وارد ہوتی ہے وہ ترسا بچہ کہلاتی ہے۔

۵۔ خرابات: اس سے مراد رسوم و آداب کو بدل دینا۔ اس کے علاوہ خرابات سے مراد وہ قابلِ مذمت وجود بھی ہے جو شرابِ غرور سے مستِ غفلت ہو اور جس میں تقلید کرنے کی عادت پختہ ہو چکی ہو۔

۶۔ زُلف: ہر وہ چیز جو انسان کو محجوب کر دے، اس سے مراد کفر اور حجاب بھی ہے۔

۷۔ زُنار: عبادت اور عبودیت میں ہمیشگی کے ساتھ قائم رہنا۔

۸۔ شراب: جہاں کہیں بھی شراب کا لفظ آیا اس سے مراد شرابِ معرفت یا شرابِ محبت ہے۔

۹۔ کعبہ: ہر وہ چیز جو الٰہیت کا مقام و محل ہو۔

۱۰۔ کُفر: اس کے معنی چھپانے کے ہیں۔

۱۱۔ محراب و قبلہ: اس سے مراد وہ مقصود و مطلوب ہے جس کی جانب دِل اور سر متوجہ ہو۔

۱۲۔ مسجد و مدرسہ و خانقاہ: ان تینوں لفظوں سے مراد ظاہری عادات و رسوم ہیں۔

۱۳۔ نماز: اس سے مراد حضورِ حق ہے۔

۱۴۔ آغاش: احاطۂ وجود

۱۵۔ ابرو: صفاتِ حق تعالیٰ، جب اس ذات کا پردہ پڑا ہو، کبھی اَبرو سے قاب قوسین کی طرف بھی اشارہ کیا جاتا ہے اور کبھی ابرو سے الہامِ غیبی بھی مراد ہوتا ہے۔

۱۶۔ بادہ: عشقِ الٰہی کا فیضان جو سالک کے دِل پر وارد ہوتا ہے اور اسے مست و بے خود کر دیتا ہے۔

۱۷۔ بادہ فروش: مرشد، پیر، شیخ

۱۹۔ بلبل: عارفِ ربانی

۲۰۔ بوسہ: عشق و محبت، فیضِ روحانی

۲۱۔ پیالہ: چشمِ محبوب

۲۲۔ پیرمیکدہ: مرشد جسے پیرخرابات اور پیرمغان بھی کہا جاتا ہے

۲۳۔ جام: باطنِ عارف

۲۴۔ خال: نقطۂ وحدت

۲۵۔ خُم: جائے وقوف

۲۶۔ خمار: محبوب و محبّ کے درمیان حجابات

۲۷۔ خمخانہ: عالمِ غیب و شہادت

۲۸۔ رِند: جو رموز و حقائق کو برملا بیان کرتا ہے

۲۹۔ ساقی: شرابِ معرفت پلانے والا، مُرشد، محبوبِ حقیقی

۳۰۔ سوز و ساز: سوز یادِ حق میں سوزشِ عشق ہے اور ساز یافتِ ذات ہے۔

مثال کے لیے انھی الفاظ پر اکتفا کیا جاتا ہے وگرنہ ان الفاظ و تراکیب کا دائرہ بہت وسیع ہے اس کام کے لیے ایک الگ فرہنگ ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں ایک زمانے تک سماع کی روایت بھرپور انداز کے ساتھ اپنے جملہ اصول وضوابط کے ساتھ رائج رہی لیکن جیسے جیسے سماج پر مادہ پرستی غالب آتی گئی موسیقی غنا کی شکل اختیار کرتی گئی۔ اہلِ لکھنو کے ہاں تو موسیقی مکمل طور پر غنا کے روپ میں نظر آئی۔ موسیقی صوفیا کے حلقوں سے نکل کر بادشاہوں اور امراء کی محافل میں جگہ پانے لگی۔ جہاں اس کے سامعین اہلِ دِل کی بہ جائے اہلِ طرب ہوتے تھے۔ قوالی سماع کی ہی ایک صورت ہے جو امیر خسروؒ کے ساتھ منسوب ہے۔ قدیم زمانے میں ایران اور ترکی سماع کے حوالے سے اہم مراکز رہے ہیں۔ جہاں صوفیہ و مشائخ کے عرس کی تقریبات کے سلسلے میں سماع کی محافل منعقد کی جاتی تھیں۔ ترکی میں بھی سماع کی روایت بہت مضبوط رہی ہے۔

۱۹۲۳ء میں یعنی اتاترک کے انقلاب کے بعد ترکی میں سماع ممنوع ہو گیا تھا لیکن ۱۹۵۱ء میں پھر محفلِ سماع برپا کرنے کی اجازت مل گئی۔ مولوی فرقہ نے ایران میں اب بھی سماع کی روایت کو بحال رکھا ہوا ہے۔

موجودہ دور میں بھی سلسلۂ چشت کے مراکز میں سماع کی محافل کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ انڈیا میں اجمیر شریف اور دہلی سماع کے بڑے مراکز ہیں۔ پاکستان میں پاک پتن شریف، چشتیاں شریف، تونسہ مقدسہ، مکھڈ شریف، گولڑا شریف، سیال شریف اور میرا شریف کے ساتھ ساتھ دیگر چشتی خانقاہوں پر حال و قال کی محافل کا خصوصی انعقاد ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

رسالة المسترشدین

مصنف: امام حارث المحاسبیؒ
مترجم: عطاء المصطفیٰ☆

تمام خوبیاں، قدیم اول اور جلیلِ واحد ذات، اللہ عزّ وجل کے لیے ہیں جو شبیہ ونظیر سے پاک ہے، میں اس کی ایسی حمد وستائش (کی سعی) کرتا ہوں جو اس کی تمام نعمتوں کو پوری ہو اور اس کے تمام انعامات کے حق کو ادا کر سکے۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی (دوسرا) معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، یہ اس کی گواہی جو اس کی ربوبیت کو جانتا ہے اور اس کی جو اس کی وحدانیت کی معرفت سے آشنا ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے (محبوب) بندے اور رسول ہیں، آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے لیے منتخب فرمایا اور آپ ﷺ پر ہی سلسلہ نبوت ختم فرمایا اور آپ ﷺ کو ہی تمام مخلوقات کے لیے رحمت قرار دیا۔

ارشاد خداوندی ہے:

"لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ ، وَ يَحْيَى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ" [۱]

ترجمہ: "کہ جو ہلاک ہو تو دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے تو دلیل سے زندہ رہے۔"

۱۔ سورۃ الانفال: ۴۲۔

معرفتِ خدا اور صاحبانِ عقل

اور اللہ رب العزت نے اپنے مومن بندوں میں سے صاحبانِ عقل کا انتخاب فرمایا، وہی اُس کی ذات کی معرفت اور اُس کے امر کی پہچان رکھتے ہیں، اور انھیں وفا شعاری، اخلاقِ حسنہ، خوف اور خشیتِ الٰہی (جیسی صفات) سے متصف فرمایا۔

فرمان خداوندی ہے:

"اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْءَ الْحِسَابِ" [۱]

☆ پی ایچ۔ڈی اسکالر، جی سی یونیورسٹی، لاہور

ترجمہ: ''اور نصیحت تو صاحبانِ عقل ہی مانتے ہیں، اور وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور قول باندھ کر پھرتے نہیں، اور جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے جوڑتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔''

ا۔ سورۃ الرعد: ۲۱۔۱۹۔

صوفیہ کا نصاب العمل: کتاب وسنت کی پاسداری

لہٰذا اللہ پاک نے جس کا شرحِ صدر کیا، تصدیق کو اس کے قلب میں پیوست کیا تو وہ (خدا کو پانے کے لیے) اس وسیلہ و ذریعہ کی طرف راغب ہوا۔ تو (ایسے) صاحبانِ فکر و دانش کے لیے اللہ پاک نے بطورِ نصاب، کتاب اللہ میں بیان کردہ شرعی حدود وقیود کی پاسداری، سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور ہدایت یافتہ آئمہ کے اجماعی امور کی رعایت کو لازم کر دیا اور اسی (منہج) کو اس صراطِ مستقیم سے تعبیر کیا جس کی طرف اپنے بندوں کو دعوت دیتے ہوئے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

''وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ، وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ'' ا

ترجمہ: ''بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اس پر چلو، کسی دوسرے راستے کی اتباع نہ کرو جو تمہیں راہ خدا سے جدا کر دیں گے، یہ تمہیں حکم فرمایا شاید کہ تم تقویٰ اختیار کرو''

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ ، عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ'' ۲

ترجمہ: ''تم میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا، اور ان کے طریقے کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا۔''

ا۔ سورۃ انعام: ۱۵۳۔

۲۔ یہ حدیث مبارکہ درجہ حسن صحیح میں ہے اور اس کو امام احمد نے مسند میں امام ترمذی نے سنن میں روایت کیا۔

امام ابوعبداللہ حارث المحاسبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تجھے اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ کتاب اللہ کے معاملہ میں تجھ پر فرض ہے :

☆ وعدہ (ثواب) اور وعید (عذاب) کے معاملہ میں خوف اور اُمید کی کیفیت میں رہنا۔

☆ متشابہ امور پر ایمان رکھنا۔

☆ قرآن کے واقعات اور مثالوں پر اعتماد کرنا۔ لہٰذا اگر تو نے (مذکورہ بالا) اُمور کو اختیار کیا ہے تو پھر تو حقیقتاً جہالت

کی اندھیر نگری سے نورِ علم کی طرف، اور مصیبتِ شک سے راحتِ یقین کی طرف آیا ہے۔

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

''اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ'' ۱؎

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا والی، انھیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

وہی اہلِ فکر و دانش اس امتیاز کو برقرار رکھتے اور اللہ پاک کے لیے اس میں رغبت ظاہر کرتے ہیں جنھوں نے احکام ظاہر پر عمل کیا اور خود کو شبہات سے محفوظ رکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ ، وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَ بَیْنَ ذٰلِکَ اُمُوْرٌ مُتَشَبِھَاتٌ'' ۲؎

ترجمہ: ''حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں''

امور مشتبہ کو ترک کرنا اختیار کرنے سے بہتر ہے۔

۱۔ سورۃ البقرۃ: ۲۵۷۔ ۲۔ بروایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ یہ حدیث مبارکہ مسند احمد، بخاری و مسلم، ابوداؤد، ترمذی و ابن ماجہ میں ہے۔

نیت: اساس عمل

امام حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

نیت میں تفکر کر اور ارادے کی خوب معرفت حاصل کر۔ کیوں کہ جزا تو نیت ہی کے مرہونِ منت ہے، محبوبِ خدا ﷺ نے فرمایا:

''اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ : وَاِنَّمَا لِکُلِّ اَمْرِیءٍ مَانَوَی'' ۱؎

ترجمہ: اعمال کا مدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے نیت کی۔

''خوفِ خدا کو اپنے اُوپر لازم کرلو۔''

رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا:

''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ یَدِہٖ وَلِسَانِہٖ ، وَالْمُؤْمِنُ مِنْ اٰمِنَ النَّاسِ بِوَائقِہٖ'' ۲؎

ترجمہ: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ بچے رہیں اور مومن وہ ہے جس کے شر اور مصیبت سے لوگ محفوظ رہیں۔''

۱۔ بخاری و مسلم نے صحیحین میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

۲۔ یہ روایت قدرے مختلف الفاظ سے دیگر کتب حدیث میں بھی ہے، امام احمد، نسائی، ترمذی، حاکم اور ابنِ حبان نے

ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا۔ "**المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يديه، والمومن من امنه الناس على دمائهم و اموالهم**۔"

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اطاعت کے ذریعے اور اس کی اطاعت کرو خوف کے پیش نظر، اپنے ہاتھوں کو مسلمانوں کے خون سے رنگین نہ کرو، اپنے پیٹوں کو ان کے اموال سے اور اپنی زبانوں (کے شر سے) ان کی عزت و ناموس کو محفوظ رکھو۔"

محاسبہ نفس

تمام خواطر و تصورات میں نفس کی نگرانی کرتے رہو، ہر سانس میں دھیان و گیان خدا کی طرف رکھو"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تم لوگ اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے اور (اعمال نفس) کا موازنہ کرو اس سے قبل کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے اور خود کو بڑی پیشی کے لیے تیار رکھو، کہ جس دِن کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ پائے گی۔" [1]

دین کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہو، تمام معاملات میں اسی سے امید رکھو، اور جو مصیبت تمہیں در پیش ہو اس پر صبر کرو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

"اپنے گناہ کے علاوہ کسی سے خوفزدہ نہ ہو، اور نہ رب کے علاوہ کسی سے اُمید رکھ، جس بات کا تجھے علم نہیں کسی سے اس کے بارے میں پوچھ کر علم حاصل کرنے کے معاملہ میں شرم نہ کر، اور اگر تجھ سے کسی ایسی بات کے بارے میں سوال ہو جس کا تجھے علم نہیں تو بغیر کسی شرمندگی کے کہہ دے لا اعلم میں نہیں جانتا"

ا۔ امام ترمذی نے سنن میں "ابواب صفة القيامة" میں تعلیقاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حسبِ ذیل الفاظ سے یہ فرمان نقل کیا ہے: "**حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا ، و تزينوا للعرض الاكبر، و انما يخف الحساب يوم القيامة على من حاسب نفسه فى الدنيا**"

مصائب و آلام پر صبر کی روش

امام ابوعبداللہ حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

تجھے اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ صبر ایمان کے لیے ویسے ہی ہے جیسے جسم کے لیے سر، لہٰذا جب سر جدا ہوتا ہے تو دھڑ ختم ہو جاتا ہے اور جب تو ایسی بات سنے جو تیری عزت و آبرو کے پیراہن کو تار تار کر کے تجھے غضب میں مبتلا کرے تو تو

معاف کراور درگزر کرنے کی رَوش اختیار کر کہ یہ عزم وہمت والے کاموں میں سے ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''خدا سے ڈرنے والا کبھی بھی غیض وغضب کے ذریعے خود کو سامانِ راحت وفرحت مہیا نہیں کرتا اور جس کو دولتِ تقویٰ نصیب ہو جائے وہ کبھی خواہشات کا پجاری نہیں بنتا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو دُنیا کا منظر نامہ مختلف ہوتا۔''

اپنی حالت کی نگہبانی کرتے رہو، دوسروں کی عیب جوئی کرنے کے بجائے اصلاحِ نفس میں مشغول رہو، جیسے کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کے بُرا ہونے کے لیے کافی ہے کہ لوگوں کی ایسی باتوں کے اظہار کا خواہش مند ہو کہ جن کے متعلق اپنے بارے میں اخفا کا قائل ہو، اور لوگوں کی ایسی باتوں کو ناپسند کرے جو خود اس میں موجود ہوں۔ اپنے مصاحب کو اذیت سے دوچار کرے اور لوگوں سے فضول گفتگو کرے۔

ترکِ تدبیر کرتے ہوئے اپنی عقل کو (مشیت) خدا کے لیے استعمال کرو اور صرف مقادیر کے معاملہ میں اللہ پاک سے استعانت طلب کرتے رہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

''اے ابن آدم مال ودولت (کے ملنے پر) تکبر میں مبتلا نہ ہو اور نہ فقر وفاقہ (کی صورت میں) مایوس ہو اور نہ ہی مصائب سے غمزدہ ہو اور نہ آسودگی حیات پر خوش ہو، بہر حال سونے کو آگ میں ڈال کر جانچا جاتا ہے لہٰذا مرد صالح کی پرکھ بھی مصائب کے ذریعے ہوتی ہے۔[1]

تجھے تیری مراد ترکِ شہوات کے ذریعے حاصل ہو گی اور تُو اپنی امیدوں تک رسائی ناپسندیدہ امور پر صبر کے ذریعے حاصل کرے گا اور جو تجھ پر فرض ہے اس کی رعایت وحفاظت میں خوب خوب مجاہدہ کر اور رب کے ارادہ ومشیت پر راضی رہ۔

۱۔ اس مفہوم سے مشابہ حدیث مبارکہ امام حاکم نے المستدرک میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، جس کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں: ''ان اللہ لیجرب احدکم بالبلاء وھو اعلم بہ کما یجرب احدکم ذھبہ بالنار''

فقر وغنا اور تقسیمِ خدا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

''رب کی تقسیم پر راضی ہو جاؤ لوگوں سے بڑھ کر غنی ہو جاؤ گے، رب کے حرام کردہ کاموں سے مجتنب رہو، لوگوں

سے زیادہ متقی و پرہیزگار بن جاؤ گے، اور رب کے دیئے گئے احکام و فرائض کو اختیار کر لو گوں سے بڑھ کر تمہیں زہد و عبادت کی دولت عطا ہو گی"

اپنے رحیم (وکریم) آقا کی شکایت اس سے مت کر جو تجھ پر رحم نہیں کرتا، اللہ پاک سے مدد طلب کرتے رہو تم خاصانِ خدا میں سے ہو جاؤ گے۔

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں۔

"لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے ناامیدی ظاہر کرنا ہی (اصل) غنا ہے اور لالچ سے بچتے رہنا اور لوگوں کے سامنے اپنی ضروریات پیش نہ کرنا ہی (حقیقی) فقر ہے اور جب تو نماز پڑھ تو ایسی نماز پڑھ جیسا دنیا سے جدا ہونے والا پڑھتا ہے۔"

واعظ بےعمل کا وبال

امام ابو عبداللہ حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

تجھے اس بات کا ادراک کرنا چاہیے کہ اس وقت تک حلاوتِ ایمان کو نہیں پا سکتا جب تک کہ اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہ لائے حق بات پر کاربند رہو، خدا نورِ بصیرت کو مزید جلا بخش دے گا اور ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو (نیکی) کا حکم تو دیتے ہیں لیکن خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے، ان کا گناہ انہیں کو پہنچتا ہے انہیں خدا کی ناراضی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَا للّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" [1]

"اللہ تعالیٰ کو یہ بات کیسی سخت ناپسند ہے کہ وہ بات کہو جس پر (خود عمل) نہ کرتے ہو"

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"مَنْ وَعَظَ وَلَمْ يَتَّعِظْ وَزَجَر وَ لَمْ يَنْزَ جِرْ ، وَ نَهٰى وَ لَمْ يَنْتَهِ فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْخَائِبِيْنَ" [2]

"جس نے (دوسروں کو تو) وعظ کیا لیکن خود اس سے نصیحت حاصل نہ کی، زجر و توبیخ کی لیکن خود تنبیہہ حاصل نہ کی، (دوسروں کو) منع کیا لیکن خود اس سے نہ رکا تو ایسا شخص اللہ کے ہاں خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔"

۱۔ سورۃ الصف:۳۔

۲۔ اس حدیث کے متعلق شیخ عبدالفتاح لکھتے ہیں: هذا الحديث لم اقف عليه فيما رجعت اليه من كتب الحديث الصحيح والضعيف والموضوع، فاحت اعلم به

بہترین مجالست

صاحبِ عقل متقی کے علاوہ کسی سے میل جول نہ رکھ اور نہ صاحبِ بصیرت عالم کے کسی کی مصاحبت اختیار کر، نبی

رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

"اَیُّ جُلَسَائِنَا خَیْرٌ؟"

کون سا ہم نشین بہتر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ ذَکَّرَ کُمْ بِاللّٰہِ رُؤْیَتَہٗ وَ زَادَکُمْ فِیْ عِلْمِکُمْ مَنْطِقُہٗ وَذَکَّرَکُمْ بِالآخِرَۃِ عَمَلُہٗ" [۱]

"جس کے دیدار سے تجھے خدا کی یاد آ جائے، جس کی گفتگو تیرے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل یوم آخرت یاد دلا دے۔"

امام حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

حق کے سامنے تواضع اختیار کرتے ہوئے سرنگوں ہو جا، یادِ خدا پر ہمیشگی اختیار کر کہ اس سے قربِ خدا نصیب ہوگا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جُلَسَاء اللّٰہ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْخَاضِعُوْنَ الْمُتَوَاضِعُوْنَ الخَائِفُون الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہ کَثِیْراً"

۱۔ اس حدیث مبارکہ کو امام جلال الدین سیوطی نے الجامع الصغیر میں بھی ذکر کیا۔

۲۔ یہ حدیث مبارکہ صرف کتب صوفیہ میں مذکور ہے۔

"قیامت کے دن اللہ رب العزت کے ہم نشین خشوع وخضوع کرنے والے، اس سے خائف رہنے والے اور کثرت سے اس کا ذکر کرنے والے ہوں گے۔"

نصیحت وخیر خواہی کو اللہ جل جلالہ اور مومنین کے ساتھ مخصوص کر لو، اپنے (ہر) معاملہ میں پیکرانِ خشیتِ الٰہی سے مشاورت کرو۔

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاء" [۱]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ سے اپنے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں"

اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الدین النصیحۃ" [۲]

"دین تو سراسر خیر خواہی ہے"

امام حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

تجھے یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ

جس نے تجھے نصیحت کی توفی الحقیقت اس نے تجھ سے محبت اور دوستی کی اور جس نے تیری خوشامد کی تو اس نے تجھ سے دھوکہ کیا اور جو تیری نصیحت کو قبول نہ کرے وہ تیرا بھائی نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس قوم کے لیے کوئی بہتری نہیں جس میں نصیحت کرنے والے نہ ہوں اور نہ اس قوم کے لیے کوئی خیر خواہی ہے جو ناصحین کو پسند نہ کرتے ہوں۔

۱۔ سورۃ فاطر: ۳۸۔

۲۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں بروایت حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ ہے۔

تصورِ خیر و شر

(زندگی کے) ہر مرحلے پر سچائی کا دامن تھام لو، خلاصی پا جاؤ گے، فضولیات سے بچو، سلامتی سے رہو گے بلاشبہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی رضائے خدا کی طرف ہدایت عطا کرنے والی ہے جب کہ جھوٹ، فسق و فجور تک پہنچاتا ہے اور فسق و فجور خدا کی ناراضگی لاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بے مقصد کلام (کسی سے) نہ کرو، نہ تو کم عقل سے اور نہ ہی حلیم الطبع سے، اپنے بھائی کو ایسے یاد کرو جیسے تیری خواہش ہے کہ وہ تجھے یاد کرے۔

اس شخص کی طرح عمل کرو جو اس بات سے باخبر ہے کہ

نیکی و احسان پر صلہ و جزا ہے جب کہ

جرائم پر مواخذہ و سزا ہے۔

تسلسل کے ساتھ شکر خدا بجالاتے رہو، اپنی امیدوں کو کم کرو، حصولِ عبرت کے لیے قبروں کی زیارت کرو اور زمین پر اس طرح چلو کہ قلب و باطن (کی دنیا) میں خود کو میدانِ محشر میں محسوس کرو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عمل یوں کرو گویا کہ خدا کو (بے حجاب) دیکھ رہے ہو، خود کو مُردوں میں شمار کرو، اس بات کو جان لو کہ برائی کبھی بھلائی نہیں جاتی اور نہ ہی نیکی کو فنا ہے اور اس بات کو بھی (ذہن نشین) کر لو کہ

تھوڑا سا (مال) جو تمہیں بے نیاز کر دے اس زیادہ سے بہتر ہے جو خدا کا باغی بنا دے اور مظلوم کی آہ سے بھی بچو۔

فکرِ آخرت اور اس کے ثمرات

لہٰذا سفرِ آخرت کے لیے سامان اور زادِ راہ کا بندوبست کرلو، اپنے نفس کو خود وصیت کرنے والے بن جاؤ اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جن کو (دوسروں) کی وصیت درکار ہوتی ہے۔

اپنے معاملہ میں تفکر کرو اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ کیوں کہ تجھ سے تیری عمر کے بارے میں سوال ہوگا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ اگر ابنِ آدم حصولِ معرفتِ خدا کے لیے تفکر و تدبر کرے تو یہ جہد (مسلسل) اس کے لیے بہتر ہے۔

حضرت امام ابو عبداللہ حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

تجھے اس بات کا ادراک بھی ہونا چاہیے:

کہ جس نے فکرِ آخرت کو اپنا لیا تو دنیاوی معاملات میں اس کے لیے اللہ جل شانہ کافی ہے جس طرح رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا:

"تفرّغوا مِن هُمُومِ الدُّنيا مَا استَطَعتُم ، فانَّهُ مَن كانت الدُّنيا اكبر هَمِّهِ اَفشَى اللّٰهُ عَلَيه ضَيعَتَهُ ، وَ جَعَلَ فَقرَهُ بين عينيهِ ، و مَنْ كانت الآخرةُ اكبر هَمِّهِ جَمَعَ اللّٰهُ لَه اَمرَهُ ، و جَعَلَ غناهُ فى قلبه و ما اَقبل عبد" بقلبه الى اللّٰه عزوجل الّا جعل اللّٰه قُلُوبَ المومنين تَنقَادُ اليه بالرحمةِ و المَوَدَّةِ" [1]

---

[1] امام جلال الدین سیوطی نے الجامع الصغیر میں بھی اس حدیث کو روایت کیا۔

ترجمہ: "جس قدر ہو سکے تفکراتِ دنیا سے فراغت حاصل کرو، کیوں کہ جس کو سب سے زیادہ فکر و غم دنیا کا ہوگا تو اس کے معاملات کو اللہ پاک اسکے سامنے کھول دے گا اور اپنے فقر و افلاس کا وہ عینی شاہد ہوگا اور جس کو سب سے زیادہ فکرِ آخرت لاحق ہوگی تو اللہ پاک اس کے معاملہ کو مجتمع فرمائے گا اور اس کے دل کو غنی کر دے گا اور جو اپنے قلب و باطن کے ساتھ بارگاہِ خدا کا قصد و ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے قلوب کو اپنی رحمت و مودت سے اس کا فرمانبردار بنا دے گا"

امورِ دینیہ میں جنگ و جدال سے اجتناب

اے بھائی قرآن میں شک و شبہ دین کے معاملہ میں جنگ و جدال اور کلام میں تحدید سے بچو اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جن کے بارے میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَاماً" [1]

ترجمہ: "اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں بس سلام"۔

ادب کو لازم کرلو، غصہ اور خواہشات سے خود کو جدا کرلو، اسبابِ بیداری پر کاربند رہو، نرمی کو ہتھیار بنالو۔

اور سلامتی کو جائے پناہ سمجھو، فراغت کو غنیمت جانو، دنیا کو سواری اور آخرت کو منزل سمجھو۔

۱۔ سورۃ الفرقان: ۶۳۔

خواہشاتِ نفسانی اور ان سے اجتناب

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ جل شانہ نے مومن کے لیے سوائے جنت کے کہیں راحت نہیں رکھی۔

نفس کی جھوٹی امیدوں، نفسانی خواہشات کے حملوں، شدتِ شہوت، فریبِ دشمن اور مقاماتِ غفلت سے (کلیتاً) مجتنب رہو۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أعدی أعدائک نفسُکَ الّتی بین جَنبَیکَ'' ۱

''تیرا دشمن تو (خود) تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو کے درمیان ہے''

ہر وہ معاملہ جس میں تجھ پر حق (کی حقانیت) واضح نہ ہو پا رہی ہو تو اسے کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آدابِ صالحہ پر پیش کرو اور اگر پھر بھی معاملہ پردۂ اخفا میں رہے تو پھر ان لوگوں کی رائے کو اختیار کرو جن کے دین اور عقل و دانش پر تجھے اعتماد ہو۔

امام حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

اس بات کا علم بھی تجھے ہونا چاہیے کہ بہر صورت قبول حق کی شہادت خود تیرا نفس دے گا، کیا تو نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں نظر نہیں کی؟

''اِستَفتِ قَلبَکَ وَاِنْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْنَ'' ۲

۱۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو کتاب الزہد میں روایت کیا۔

۲۔ امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں حضرت وابصہ بن معبد الاسدی سے اس حدیث کو روایت کیا۔

''اپنے دل سے فتویٰ طلب کر، چاہے اصحابِ فتویٰ تجھے فتویٰ دیتے رہیں۔''

مضبوط علم کے ساتھ اپنے اعضاء و جوارح کو مقید رکھو، معرفتِ قربِ خدا کی بدولت اپنے احوال کی نگہبانی کرو، اور خود کو اس کی بارگاہ میں یوں کھڑا کرو جیسے کہ ''عبد متحیر'' (اگر ایسا کرو گے تو پھر ضرور) اسے شفقت و رحم کرنے والا پائے گا۔

قربِ خدا کے حصول کا ذریعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یُنْزِلُ العَبْدَ مِنْ نَفْسِہٖ بِقَدْرِ مَنْزِلَتِہٖ مِنْہُ'' [۱]

ترجمہ: ''بے شک اللہ جل شانہ کسی شخص کو اپنی بارگاہ میں اتنی ہی قدر و منزلت عطا کرتا ہے جتنی کہ وہ شخص اپنے (قلب و باطن) میں خدا کو دیتا ہے''۔

اور یہ وصف خشیتِ الٰہی اور اللہ پاک کی ذات کے متعلق علم و معرفت سے پیدا ہوتا ہے۔

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ جس نے (اطاعت کے لیے) اللہ رب العزت کا انتخاب کیا تو اللہ پاک اسے اپنی (رضا و قرب) کے لیے خاص کر لیتا ہے جس نے اس کی اطاعت کی تو وہ اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور جس نے اس کے لیے کوئی شے ترک کر دی تو وہ اسے (کبھی) بھی عذاب نہیں دے گا۔ جیسا کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ'' [۲]

''مشتبہ کو چھوڑ کر غیر مشتبہ شے کو اختیار کرو''

لہٰذا جو شے تم خدا کے لیے ترک کرو گے تو اس سے محروم نہیں ہو گے۔

۱۔ ابن ابی الدنیا، بزار، طبرانی اور بیہقی نے اس کو روایت کیا اور کہا کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔

۲۔ مسند احمد۔ سنن نسائی، سنن ابنِ ماجہ، صحیح ابنِ حبان اور مستدرک الحاکم میں یہ حدیث مبارکہ ہے۔

مختصر مگر جامعیت سے بھرپور نصائح

امام حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

دل کو سوءِ ظن (بدگمانی) سے بچا کہ حُسنِ تاویل کو اپناؤ، اپنی امیدوں کو کم کر کے حسد کو دور کرو اور سلطنتِ خدا کا تصور کر کے تکبر سے نجات پاؤ اور جو فعل تجھے عذر خواہی پر مجبور کرے اسے چھوڑ دو اور تکلف میں ڈالنے والی ہر حالت سے اجتناب کرو۔

اپنی امانت کی حفاظت طلب علم سے کرو، اور اپنی عقل و دانش کو اہلِ حلم (بُردبار لوگوں) کے آداب میں قلعہ بند کرو، ہر موقع پر صبر کے لیے مستعد رہو، ذکرِ خدا کے لیے خلوت کو لازم کر لو، نعمتوں پر شکر بجا لاتے رہو، ہر معاملہ میں خدا سے استعانت چاہو، ہر حال میں اللہ سے استخارہ کرو، اپنے ہر معاملہ میں اللہ جل شانہ کے ارادہ (ومشیت) پر نکتہ اعتراض نہ اٹھاؤ، خدا کی ملاقات کا سبب بننے والے ہر محبوب و پسندیدہ عمل کو اپنے اوپر لازم کر لو، ہر وہ بات جو دوسروں میں تجھے ناپسند ہے اسے اپنے اخلاق و عادات سے جدا کر لو، ہر اس شخص کی صحبت سے کنارہ کشی اختیار کر لو جس کی معیت ہر گزرتے دن کے ساتھ تیرے اندر (جذبہ) خیر و بھلائی کو مزید جلا نہ بخشے، عفو و درگزر کو اپنا شعار بنا لو۔

اس بات کو بھی ذہن نشین کر لو کہ مومن کی سچائی کو ہر حال میں پرکھا جاتا ہے اور مصائب پر صبر کے لیے بطورِ آزمائش اس کا نفس ہمہ وقت مطلوب رہتا ہے، اپنے نفس پر اللہ کے لیے نگہبان ہوتا ہے، دلیلِ حق پر ثابت قدم رہو کہ یہی ذریعہ

نصرت ہے۔

علمِ بصیرت سے حصولِ عرفان

علم بصیرت تو صرف علم کی سچی تڑپ سے عطا ہوگا، علم وعرفان کے چشمے ابل پڑیں گے، اور پھر خالص توفیق والے علم کی تمیز تم خود کرلو گے، سبقت تو عمل کرنے والے کے لیے ہے۔ خشیت تو صاحبِ علم کے لیے ہے، توکل، صاحبِ اعتماد کے لیے ہے، خوف صاحب یقین کے لیے اور انعام الٰہی میں اضافہ تو شکر کرنے والے کے لیے ہے، اس بات کو ذہن نشین رکھو کہ انسان کو فہم وفراست (کی دولت) اس کی عقل اور علم کے حساب سے دی جاتی ہے لہٰذا تقویٰ واطاعت اللہ کے لیے ہے۔ مباحث صدق کے ساتھ تفکر کے مواقع میں (نظر کرنے سے) مقامِ صدق حاصل ہوگا۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"وَكَذٰلِكَ نُرِي اِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ" [1]

"اور اس طرح ہم ابراہیم (علیہ السلام) کو زمین اور آسمان کی بادشاہت دکھاتے ہیں تا کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائے۔" [2]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"تعلمو اليقين فاني اتعلمه"

علم یقین حاصل کرو کہ میں بھی اسے حاصل کرتا ہوں۔

ا۔ سورۃ الانعام: ۷۵۔

۲۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں قدرے مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے اور بعض نے اسے کسی صوفی بزرگ کا قول بھی شمار کیا ہے۔

معرفت خداندی اور عقل وعلم کا رابطہ

امام ابوعبداللہ حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

اس بات کا بھی ادراک کرنا چاہیے کہ ہر وہ فعل جو تین چیزوں کی صحبت ومعیت سے خالی ہو، وہ فریبی اور مکار عقل ہے جس میں معصیت کو اطاعت پر، جہالت کو علم پر اور دنیا کو دین پر برتری دے۔ اور ہر وہ علم جو تین اشیا کی سنگت سے محروم ہو تو اس پر حجت زیادہ ہے۔ قطع رغبت کے ساتھ ایذا دینے سے رک جانا، خشیت کے ساتھ عمل کا وجود، شفقت ورحمت کے ساتھ انصاف کرنا۔

جاننا چاہیے کہ عقل سے بڑھ کر حصولِ زینت کا کوئی ذریعہ نہیں اور لباس علم سے بڑھ کر کوئی لباس خوبصورت نہیں، کیوں کہ معرفت الٰہی صرف عقل سے حاصل ہوتی ہے اور اطاعتِ خداوندی محض علم سے ممکن ہے۔

اصول احوال کی اساس

امام ابو عبداللہ حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

تجھے اس بات کا علم بھی ہونا چاہیے کہ اہلِ معرفت نے اصولِ احوال کی بنیاد شواہدِ علم پر رکھی اور فروعات میں تفقہ کیا، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نہیں دیکھا:

''مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ. وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْم مَالَمْ يَعْلَمْ'' [1]

ترجمہ: جس نے اپنے علم پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ نے اسے اس علم کی وراثت بھی عطا کر دی جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

اور اس کی علامت عنایت خدا کے سبب علم کا ترقی پانا اور اتباعِ شریعت کے ذریعے علم کا زیادہ ہونا ہے، لہٰذا جس کا علم زیادہ ہوتو اسی کو زیادہ خوف خدا ملا اور جس کا عمل بڑھا تو اسی کو عجز وانکساری میں ترقی ملی۔

---

[1] ابونعیم نے الحلیۃ الاولیاء میں اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے طور پر ذکر کیا ہے۔

سالکانِ طریقت کے لیے راہنما اصول

اور وہ اصل جو (خاصانِ خدا) کے طریقے کی بنیاد ہے وہ یہ ہے کہ سچائی کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا التزام کرنا، لذاتِ نفسانی پر علم کو مقدم رکھنا اور تمام مخلوقات سے مستغنی ہو کر خالق (سے لو لگانا) پس تو ان لوگوں کے آثار و شواہد کو ڈھونڈ جن کے علم سے خوف، عمل سے بصیرت اور عقل سے معرفت میں اضافہ ہو، لیکن اگر ادب کا فقدان تیرے لیے ان کے منہج وطریق سے رکاوٹ بنے تو پھر ملامتِ نفس کی طرف پلٹ، یہ بھی یاد رکھ اہلِ علم پر صاحبانِ اخلاص کے اوصاف مخفی نہیں رہ سکتے یہ بھی جان لے کہ ہر فکر ادب سے لبریز اور ہر علم اشارات سے بھرپور ہوتا ہے، اس کا امتیاز اسی کو نصیب ہوتا ہے جو مرادِ خدا سے آگاہ اور اس کے خطاب اور کلام سے فوائدِ یقین (کے موتی) چن سکتا ہو، بندہ صدق وصفا کی علامات (حسب ذیل ہیں) اس کا مشاہدہ عبرت سے بھرپور، اس کی خاموشی فکر و تدبر سے معمور، اس کا کلام ذکرِ خدا سے (مخمور) ہو، جب کسی شے سے روکا جائے تو صبر کا دامن تھام لے، جب اسے کچھ عطا کیا جائے تو شکر (کے طریق پر گامزن ہو) مصیبت میں مبتلا ہونے پر رجوع الی اللہ کرے، جب اس کی ذات کا انکار کیا جائے تو حلیم و بردبار بن جائے اور جب اسے جان لیا جائے تو منکسر المزاج بن جائے۔ جب وہ کسی کو سکھائے تو نرمی سے اور جب اس سے سوال کیا جائے تو سخاوت کا مظاہرہ کرے۔ محبت خدا کا ارادہ کرنے والے کے لیے شفا، طالب ہدایت کا معاون بنے، سچائی اختیار کرنے والے کا ساتھی، نیکوکار کے لیے جائے پناہ، حق نفس کے معاملہ میں قریب الرضا جب کہ حق خدا کے بارے علو ہمت رکھنے والا (ہوتا ہے)۔

یہ بھی یاد رکھ کہ:

اس کی نیت عمل سے بہتر، عمل اس کے قول سے فائق تر ہو، حق اس کی آماجگاہ، حیا اس کی جائے پناہ، اس کے ورع

وپرہیزگاری سے اس کا علم مترشح ہوتا ہو، تقویٰ اس پر شاہد، نورِ بصیرت سے بھرپور اس کی بصارت حقائقِ علم سے پُر اس کی گفتگو اور اس کے دلائل پختہ یقین سے عبارت ہوں۔

خصائلِ حمیدہ تک رسائی کا ذریعہ

خصائلِ حسنہ تک اسی کو رسائی ملتی ہے جو مجاہدِ نفس کرے، اطاعت پر استقامت اس کی نیت ہو، اللہ تعالیٰ سے سراً اور اعلانیہ (ہر دو حالتوں) میں خائف رہے، امیدوں کو کم کرے، بحرِ ابتھال (آنسوؤں کا سمندر) کے ذریعے نسیم نجات کو قلعہ بنائے۔

اس کے اوقات غنیمت، احوال سلامت ہوں، نہ فریبی دنیا کی آرائش وزیبائش اسے دھوکے میں مبتلا کرے اور نہ ہی سرابِ نسیم کی چمک دمک میدانِ محشر کی ہولناکی سے غافل کرے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ:

عاقل، جب علمِ صحیح اور یقینِ ثابت سے ہم کنار ہوتا ہے تو جان جاتا ہے کہ ماسوائے صدق وسچائی کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کوئی شے اسے نجات نہیں دلوائے گی، سچائی کی طلب اور ایسے اوصاف واخلاق کے حامل لوگوں کی رغبت رکھتا ہے تاکہ ممات سے قبل حیات حاصل کر سکے۔ اور وفات کے بعد دارِ آخرت کے لیے مستعد ہو سکے۔ جب سے اس نے خدا کے اس فرمان کو سنا، اس نے اپنا نفس ومال اس کی بارگاہ میں فروخت کر دیا:

"إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان جنت کے بدلے خرید لیے ہیں"

۱۔ سورۃ التوبہ: ۱۱۱۔

پس وہ جہالت کے بعد وحشت کے انس ومحبت سے سرشار ہوا، بُعد کے بعد قرب نصیب ہوا، تھکان کے بعد راحت ملی، اپنے کام کی طرف ہوا اور تفکرات کو مجتمع کیا۔

خاصانِ خدا کے اوصاف

لہٰذا اس کا شعار واثق باخدا ہونا اور حال صاحبِ مراقبہ ہونا ہے۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو نہیں دیکھا۔

"اُعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ، فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ" [1]

ترجمہ: اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

جاہل اسے ناواقف اور خاموش گمان کرتا ہے حالاں کہ اس کی حکمت نے اسے خاموش کر دیا اور احمق انھیں بے ہودہ گفتگو کرنے والا سمجھ بیٹھا۔ جب کہ (فی الحقیقت) اللہ تعالیٰ کی طرف جذبہ خیر خواہی نے انھیں کلام کرنے پر مائل کیا۔ اور اس نے ان کو غنی و مالدار سمجھا، جب کہ دستِ سوال سے بچنے کے سبب وہ غنی ہوا۔ اور انھیں فقیر سمجھا گیا جب کہ تواضع نے انہیں فقر سے (متصف کر دیا)۔

وہ نہ تو فضول کاموں میں باز پرس کریں اور نہ اپنی حیثیت سے زیادہ کا تکلف کرتے ہیں۔ (اسی طرح) نہ وہ شے لیتے ہیں جس کی انھیں حاجت نہ ہو اور نہ اس شے کو چھوڑتے ہیں جس کی حفاظت ان کے ذمے ہو، وہ خود تھکاوٹ میں رہ کر دوسروں کو راحت مہیا کرتے ہیں انھوں نے ورع و پرہیز گاری سے حرص کو موت دے دی، تقویٰ سے طمع و لالچ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور نور علم سے شہوتوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا پس ایسے ہی ہو جاؤ۔ ایسوں کی سنگت اختیار کرو، ان کے احوال و آثار کی اتباع کرو ان کے اخلاق عالیہ سے جڑ جاؤ کہ یہی خزانہ مامون ہیں۔

ا۔ صحیح مسلم میں حدیث جبرائیل میں ہے۔

ان کے بدلے مصائب دنیا خریدنے والا فریب میں رہتا ہے یہی مصائب میں سامان استعداد فراہم کرنے والے ہیں، دوستوں کے لیے قابلِ بھروسہ ہیں اگر تجھے ان کی ضرورت ہوگی تو تجھے غنی کر دیں گے۔ اور اگر رب کی عبادت کریں تو تجھے (اپنی دعاؤں) میں نہ بھولیں گے۔

''اُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' [1]

''اور یہ اللہ کی جماعت ہے اور خبردار اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے''

ا۔ سورۃ مجادلہ: ۲۲۔

امراضِ قلب، اسباب اور علاج

امام ابو عبداللہ حارث المحاسبی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ تیرے قلب و باطن کو فہم و فراست سے وسعت بخشے، تیرے سینے کو نورِ علم سے منور کرے اور تیرے تفکرات کو یقین سے لاحق کر دے۔

میں نے قلب پر وارد ہونے والی ہر مصیبت کا ذریعہ وسبب فضول کاموں کو پایا ہے۔ اور اس کی اصل دنیا میں عدم واقفیت کی بنیاد پر داخل ہونا اور باوجود علم کے دارِ آخرت کو بھول جانا ہے۔ اور نجات تو ورع کے باب میں ہر مجہول کو ترک کر دینے میں اور یقینی طور پر ہر معلوم (حلال) کو اختیار کر لینے میں ہے اور میں نے فسادِ قلب کو دین کے بگاڑ کا ذریعہ پایا، کیا تم

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو نہیں دیکھا:

"اَلا وَاَنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃِ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ، وِ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلّہ، اَلاوَھِیَ الْقَلْب" [1]

"خبردار جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام جسم درست رہتا ہے اور جب اس میں بگاڑ آئے سارا جسم برباد ہوجاتا ہے اور جان لو وہ قلب ہے"۔

اور یہاں "جسد" سے مراد دین ہے کیوں کہ اعضاو جوارح کی درستی و بربادی کا مدار دین پر ہے۔

۱۔ صحیحین میں حضرت نعمان بن بشیر سے مروی روایت ہے۔

فسادِ قلب کا بنیادی سبب

فسادِ قلب کی اصل وجہ محاسبۂ نفس کو چھوڑ دینا اور لمبی امیدوں کے دھوکے میں مبتلا ہوجانا ہے اور جب تو اصلاحِ قلب کا ارادہ کرے تو پھر اپنے عزم و ارادہ پر ثابت رہ اور خواطرِ نفس کی نگرانی کر، ان میں سے (جو تفکرات و خیالات رضائے الٰہی کے لیے ہوں انھیں اختیار کر اور دیگر کو چھوڑ دے اور کثرتِ ذکرِ موت سے اُمیدوں کی کمی پر مدد طلب کر، میں نے فضولیات کا اصل محرک دِل کو پایا ہے اور ان کا اظہار کان، آنکھ، زبان، غذا اور لباس کے ذریعے ہوتا ہے۔ فضولیات سماعت سے سہو اور غفلت جنم لیتی ہے۔ فضولیات بصارت سے حیرت اور غفلتِ برآمد ہوتی ہے۔ فضولیات لسان سے زیادہ سے زیادہ کی رغبت اور بدعت کا ظہور ہوتا ہے۔ فضولیاتِ غذا سے برائی کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اور فضولیاتِ لباس فخر ومباہات اور خودنمائی کا باعث بنتی ہے۔

قبولیت توبہ کی شرائط

فضولیات کو چھوڑ دینا باعثِ فضیلت ہے۔ لیکن اعضاو جوارح کی حفاظت فرض ہے اور اس سے پہلے توبہ بھی فرض ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لازم قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

"یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحا" [1]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہوجائے" اور نصوحاً کا مطلب ہے کہ جس کام سے تائب ہو پھر اس کی طرف نہ پلٹے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو اپنے رب کے حضور مرنے سے پہلے توبہ کرلو اور اپنی مشغولیت و مصروفیت سے پہلے اعمالِ صالح کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرلو۔

”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ تُوْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ، وَ تَقَرَّبُوْا اِلَی اللّٰہِ بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ مِنْ قَبْلَ اَنْ تَشْغَلوا“ [۲]

یہ بھی امر ذہن نشین رہے کہ

چار اشیا کے بغیر توبہ درست نہیں ہوتی۔

قلب کو اصرارِ گناہ سے روکنا۔

ندامت سے استغفار (کو وطیرہ بنانا)۔

غصب کردہ حقوق کا لوٹانا۔

۱۔ سورۃ تحریم: ۸ ۲۔ یہ حدیث سنن ابنِ ماجہ میں ہے۔

حواس سبعہ اور اُن کے فرائض

حواس سبعہ کے ذریعے اعضا کی حفاظت کرنا اور (حواسِ سبعہ یہ ہیں)

کان، آنکھ، زبان، ناک، ہاتھ، پاؤں اور دِل۔

فرائضِ قلب کا بیان

دل پر ہی آبادی اور بربادی کا مدار ہے۔ کیوں کہ یہی تمام اعضا کا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر عضو کے لیے امر و نہی کے فرائض مقرر کیے ہیں، جب کہ ان کے مابین (بعض میں) اباحت اور (بعض میں) سہولت بھی دی ہے اور بندۂ خدا کے لیے ان کا ترک باعثِ فضیلت ہے۔ ایمان اور توبہ کے بعد دِل پر حسبِ ذیل امور کو لازم کر دیا:

اخلاص فی العمل، بوقت شبہ حسنِ ظن کا اعتقاد رکھے، واثق باللہ ہو، عذابِ خدا سے خائف اور فضلِ الٰہی کا امیدوار ہو۔ بہ کثرت روایاتِ قلب کے معنی و مفہوم کے بارے میں روایت کی گئیں چند درج ذیل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اِنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَنْ یَلِیْنُ لَہٗ قَلْبِی“ [۱]

مومنوں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے لیے میرا دل نرم وملائم ہو جاتا ہے۔

اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی فرمایا:

”اِنَّ الْحَقَّ یَاتِیْ وَعَلَیْہِ نُوْرٌ، فَعَلَیْکُمْ بِسَرَائِرِ الْقُلُوْب“ [۲]

۱۔ امام احمد بن حنبل نے ”مسند“ میں اس حدیث کو روایت کیا۔

۲۔ یہ حدیث بھی حضرت حارث المحاسبی سے بیان کردہ ہے اور شیخ عبدالفتاح کو دورانِ تخریج نہیں ملی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

”بے شک حق سراپا نور بن کے آتا ہے لہٰذا تم پر اسرارِ قلوب کی حفاظت لازم ہے“۔

حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''دل کبھی راغب اور پیش قدمی پر مائل ہوتے ہیں تو کبھی اچاٹ اور پیچھے پلٹ جانے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ ان کے رغبت و سبقت کے وقت کو غنیمت جانو اور ان کے اچاٹ ہو جانے اور پیچھے ہٹنے کے وقت چھوڑ دو''

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

دِل کی مثال آئینے جیسی ہے کہ زیادہ وقت ہاتھ میں رہنے سے زنگ آلود ہو جائے تو یا جانور کی طرح کہ جب اس سے غفلت برتی جائے تو سرکشی کرے۔

بعض حکما نے کہا:

دل کی مثال اس گھر جیسی ہے جس کے چھ دروازے ہوں پھر تم سے کہا جائے کہ ''خبردار ہوشیار رہنا ان دروازوں میں سے کوئی داخل نہ ہونے پائے ورنہ گھر برباد ہو جائے گا۔''

پس دل وہ گھر ہے اور آنکھ، زبان، کان، ہاتھ اور پاؤں اس کے دروازے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی بھی دروازہ عدم توجہی کی بنیاد پر کھلا رہ گیا تو گھر منہدم ہو جائے گا۔

فرائض زبان کا بیان

امام ابو عبداللہ حارث المحاسبی فرماتے ہیں کہ:

فرائضِ زبان میں سے ہے کہ حالتِ خوشی اور حالتِ غضب میں سچائی سے وابستہ رہے، ظاہراً اور باطناً دوسروں کی ایذا رسانی سے خود کو روکے اور خیر و شر میں مبالغہ آرائی کو ترک کر دے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ ضَمِنَ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْهِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ ضَمِنْتُ لَهٗ عَلَی اللّٰهِ الْجَنَّةَ'' [1]

''تو جو کوئی مجھے دو جبڑوں کے درمیان (زبان) اور دو رانوں کے درمیان (شرم گاہ) کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''وَهَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ'' [1]

''لوگ محض اپنی زبانوں کی کٹائی شدہ کھیتیوں کی وجہ سے اوندھے منہ جہنم میں گر رہے ہیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَنْذِرُکُمْ فُضُوْلَ الْکَلَامِ، حَسْبَ اَحَدِکُمْ مَا یَبْلُغُ بِهٖ حَاجَتَهٗ، فَاِنَّ الرَّجُلَ یَسْاَلُ عَنْ فُضُوْلِ کَلَامِهٖ کَمَا یَسْاَلُ عَنْ فُضُوْلِ مَالِهٖ''

''میں تمہیں فضول گفتگو کرنے سے ڈراتا ہوں، تم کو بقدرِ ضرورت ہی کلام کافی ہے، بے شک جہاں انسان سے زائد مال کا سوال ہونا ہے وہیں فضول گفتگو پر بھی باز پُرس ہوگی''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِنَّ اللّٰہِ عِنْدَ لِسَانِ کُلِّ قَائِلٍ، فَاتَّقَی اللّٰہ امْرُوْءُ عَلِمَ مَا یَقُوْلُ'' [۱]

۱۔ امام بخاری نے ''صحیح'' میں حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

۲۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مسند احمد، سنن نسائی: ابن ماجہ اور ترمذی میں ہے۔

۳۔ امام سیوطی نے الجامع الصغیر میں اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اسے روایت کیا ہے۔

''بے شک اللہ تعالیٰ ہر کہنے والے کی زبان کے (بالکل) قریب ہے، لہٰذا وہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے جو اپنی کہی ہوئی بات کو پرکھ لیتا ہے۔''

فرائض بصارت کا بیان

اور آنکھ کے فرائض میں سے ہے کہ:

غیر محرم عورتوں کے سامنے نظروں کو جھکایا جائے اور مستورات اور پردہ نشینوں کو جھانکنے سے بچا جائے۔

اور حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلنَّظْرُ سَھْمٌ'' مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْس، فَمَنْ تَرَکَہٗ مِنْ خَوْفِ اللّٰہِ آتَاہُ اللّٰہُ اِیْمَاناً یَجِدُ حَلاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ'' [۱]

''نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، پس جس نے خوفِ خدا کی وجہ سے اسے ترک کیا تو اسے ایسا ایمان عطا کیا جائے گا جس کی حلاوت کو وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا''۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے نظر کو حرام سے بچا کر نگاہوں کو جھکایا تو اس کی شادی اسی کی پسندیدہ حورِ عین سے کی جائے گی اور جو لوگوں کے گھروں کے اوپر سے جھانکتا ہے تو وہ حشر کے دن اندھا ہو کر آئے گا۔

اور حضرت داؤد الطائی نے ایک شخص سے (جو کسی کو بنظر غائر دیکھ رہا تھا) کہا:

اے فلاں! اپنی نگاہیں پھیر لو، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ فضول نظر بازی کے بارے میں بھی اسی طرح پوچھا جائے گا جیسے فضول کاموں کا سوال ہوگا۔

۱۔ حاکم نے المستدرک میں اسے روایت کیا۔

اور کہا جاتا ہے کہ پہلی نظر تو معاف ہے لیکن دوسری نہیں۔

بہ ہر حال اچانک پڑ جانے والی نظر تو معاف ہے لیکن آزادانہ اور بے قابو نظر بازی پر ضرور مواخذہ ہوگا۔

فرائض سماعت کا بیان:

کانوں کے فرائض کلام و نظر کے تابع ہیں تو جن امور میں کلام کرنا اور جن چیزوں کی طرف نظر کرنا ممنوع ہے ان کو سننا اور لذت حاصل کرنا بھی حلال نہیں ہے۔ اور جو معاملات تم سے پوشیدہ ہیں ان کے پیچھے پڑنا تجسس کہلاتا ہے۔

اور لہو و غنا کا سننا اور مسلمانوں کو ایذا دینا مردار اور خون کی طرح حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہمیں غیبت کرنے سے اور سننے بھی منع کیا گیا اور چغلی کھانے اور دوسروں کی چغلی سننے سے بھی منع کیا گیا

حضرت قاسم بن محمد علیہ الرحمۃ سے گانا سننے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ حق کو باطل سے جدا کرے گا تو غنا کس طرف ہوگا کہا گیا۔

باطل کے پلڑے میں، آپ نے اس پر فرمایا:

''اب اپنے ضمیر سے فتویٰ پوچھو''

زبان کے بعد انسان کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ عضو کان ہے کیوں کہ یہی دل کی طرف تیز ترین پیغام بر اور وقوعِ فتنہ کے قریب ترین ہے۔

حضرت وکیع بن الجراح کے حوالے سے ذکر کیا گیا کہ آپ نے فرمایا:

میں نے ایک بدعتی سے ایک جملہ سنا تھا بیس سال ہونے کو ہیں آج تک اس کو کانوں سے نہیں نکال سکا اور جب حضرت طاؤس کے پاس کوئی بدعتی آتا تو آپ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں اس کی بات سن نہ لیں۔

قوتِ شامہ کے فرائض کا بیان:

اور ناک کے فرائض سماعت اور بصارت کے تابع ہیں، ہر وہ شے جس کا سننا اور دیکھنا حلال ہے اس کا سونگھنا بھی جائز ہے اور روایت کیا گیا کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس کستوری لائی گئی تو آپ نے خود کو اس کی خوشبو سونگھنے سے روک لیا، پوچھنے پر فرمایا ''محض اس کی خوشبو سے انتفاع ممکن ہے'' ہاتھ اور پاؤں کے فرائض میں سے ہے کہ نہ تو حرام کی طرف بڑھیں اور نہ ہی حق سے رکیں۔ حضرت مسروق نے فرمایا:

''انسان جو بھی قدم اٹھاتا ہے، اس کا اچھا یا برا ہونا لکھ دیا جاتا ہے''

بنت سلیمان نے حضرت عبدۃ بنت خالد بن معدان کو لکھا ''کبھی ہمیں شرف زیارت و ملاقات بخشیں'' عبدۃ بنت

خالد نے جواباً لکھا:

''امابعد! میرے والد حضرت خالد بن معدان اس بات کو ناپسند خیال کرتے کہ ایسا راستہ اختیار کیا جائے کہ جس میں حفاظت خدا کی ضمانت نہ ہو یا ایسا کھانا تناول کیا جائے کہ جس کے ذرائع کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے تو خبر نہ ہو، میں بھی ہر اس شے کو مکروہ سمجھتی ہوں جس سے میرے والد کراہت کرتے تھے۔ والسلام علیک!''

نصاب صوفیہ پر عمل کا طریقہ کار

اور اگر کوئی کہے کہ اس عمل کا کیا طریقہ ہے تو اسے بتایا جائے (کہ حسب ذیل امور کو اختیار کرے)

☆ آئمہ متقین کے طریق و منہج کا التزام کرے۔
☆ معرفتِ راہ کے لیے صاحبانِ ہدایت کے آداب کو پیش نظر رکھے۔
☆ بیدار نگاہی سے محاسبہ نفس کرے۔
☆ مبنی بر انصاف عمل کرے۔
☆ ایذا رسانی سے بچے۔
☆ ترک احسان کرتے ہوئے ضرورت سے زائد اشیا کی سخاوت کرے۔
☆ بغیر حسد کے درست سمت اختیار کرے۔
☆ گمنامی کو چاہتے ہوئے قناعت اختیار کرے۔
☆ سلامت روی کی خواہش سے زیادہ سے زیادہ خاموشی اختیار کرے۔
☆ خلقِ خدا سے تواضع سے پیش آئے بغیر وحشت کے۔
☆ خلوت میں ذکرِ خدا کو محبوب رکھے۔
☆ قلب کو خدمت کے لیے فارغ کرے۔
☆ مراقبہ کے ذریعے تفکرات کو مجتمع کرے۔
☆ طریقِ استقامت سے طلب نجات کرے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ'' [1]

ترجمہ: بے شک جنھوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر ڈٹ گئے تو نہ انھیں (دنیا میں) خوف ہے اور نہ وہ (آخرت میں) غمگین ہوں گے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے ایسا امر بیان فرما دیجیے جس کے ساتھ ہم مضبوطی سے جڑ جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ'' ۲

کہہ دو، میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اطاعتِ خدا پر استقامت کرو اور مکار لومڑیوں کی طرح ادھر ادھر نہ ہو''

حضرت ابوالعالیہ الریاحی نے فرمایا:

استقامت اختیار کرو، اور دین، دعوت اور عمل کو اللہ کے لیے خالص کرلو۔

اور اصل استقامت تو تین میں ہے۔

کتاب وسنت کی اتباع کرنا اور جماعت کو لازم پکڑنا۔

اس بات کو بھی ذہن نشین کرے کہ

بہترین طریقہ نجات یہ ہے کہ علم پر عمل پر، اجتناب معاصی بسبب خوف خدا، غنا باللہ ہو، اس لیے اصلاح احوال میں مشغول رہو محتاج خدا رہو، شبہات سے۔

۱۔ سورۃ الاحقاف: ۱۳۔

۲۔ امام مسلم نے اس روایت کو ''صحیح'' میں روایت کیا۔

بچو، لوگوں کے سامنے اپنی حاجتوں کو کم کرلو، ان کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو، اسی پر ناپسندیدہ امور کو بھی قیاس کرلو، راز فاش نہ کیا کرو، اپنے نفس سے گناہ کی باتیں نہ بیان کیا کرو، اور نہ ہی گناہِ صغیرہ پر اصرار کیا کرو، فقر وفاقہ میں خدا سے فریاد چاہو، ہر حال میں اسی کے محتاج رہو، ہر معاملہ میں توکل بر خدا کرو، ہوائے نفس سے خود کو جدا کرلو، اپنے آپ کو انتظار کی طرف آمادہ نہ کرو، تمہارا تذکرہ ''گمنامی'' ہو، شکرِ خدا پر مداومت رکھو، کثرت سے استغفار کرو، اپنے افکار ونظریات میں تدبر کرو، موارد عجلت میں تجھ پر غور وفکر کرنا لازم ہے۔ لوگوں سے میل جول کے وقت حُسنِ ادب کو اختیار کرو، اپنی ذات کے لیے لوگوں پر غصہ مت کرو مگر خدا کے لیے اپنے نفس کو ضرور ملامت کرو۔ کسی کو برائی سے بدلہ نہ دو۔ جاہل سے اپنی مدحت وتعریف سننے سے بچو اور نہ ہی کسی اور سے اسے قبول کرو۔ ہنسنا کم کرو اور مزاح سے بھی بچو۔

اپنے دکھوں کو پوشیدہ رکھو۔ (اپنے فقر کو ظاہر نہ کرو) توکل بر خدا کو چھپاؤ۔ محاسن فقر اور امید تمہارا شعار ہو، ان میں سے ہو جاؤ جو وعدہ خدا پر یقین اور وعید خدا سے خائف رہتے ہیں تم ضرور بر ضرور ایسی دشواری میں نہ پڑو جس کے تم

مکلف نہیں جس کام کا مطالبہ تم سے کیا گیا وہ ذمہ داری نبھانے میں سستی نہ کرو، ہر عطا کے لیے محتاج خدا رہو، نجات کے خواہاں رہو، جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر اور جو تجھے محروم رکھے تو اُسے عطا کر، رضائے خدا کے لیے تعلق توڑنے والے سے رشتہ جوڑ، جو الحب فی اللہ کا پیکر ہو اُسے ترجیح دو، اپنے بھائیوں کے لیے اپنا جان و مال لٹا دو۔ حقوقِ مولیٰ کی پاسداری کرو، نہ اپنی کی ہوئی نیکی کو عظیم و برتر سمجھو اور نہ ہی اپنے کیے ہوئے گناہوں کو حقیر جانو۔

علم کو مزین کرنے سے اسی طرح بچو جس طرح اپنے عمل پر تکبر سے بچتے ہو، کسی ایسے باطنی ادب پر اعتقاد نہ رکھو جو علم ظاہر سے متناقض و متصادم ہو، اللہ کی اطاعت کرو چاہے لوگ ناخوش ہی کیوں نہ ہوں اور معصیتِ خدا کا ارتکاب کرتے ہوئے لوگوں کی اطاعت نہ کرو، اللہ کے لیے اپنے جہد میں سے کوئی شے بچا کر نہ رکھو، اپنے نفس کے محض کسی ایک عمل پر اللہ کے لیے راضی مت ہو جاؤ، ان کے سامنے اپنی نماز کے لیے قلب و نفس و عقل کے ذریعے کھڑے ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی زکوٰۃ کو شوق اور رغبت سے ادا کرو، اپنے روزہ کو غیبت و جھوٹ سے بچاؤ۔ پڑوسی، مسکین اور قرابت دار کے حق کا لحاظ کرو، اپنے اہلِ خانہ کو مؤدب بناؤ، غلاموں سے نرم رویہ رکھو، انصاف قائم کرنے والے ہو جاؤ۔ جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا، بھلائی کے کام میں جلدی کیا کرو، مشتبہ امور کو چھوڑ دیا کرو، مومنوں کے ساتھ لازماً رحم سے پیش آؤ، ہر معاملہ میں حق بات کہو، نہ بہ کثرت قسمیں کھاؤ چاہے تم سچے بھی ہو، وسعتِ گفتار سے بچو چاہے (کتنے ہی) بلیغ ہو، دین میں تکلف سے بچو اگرچہ تم عالم ہی ہو، کوئی بھی بات کہنے سے قبل اسے علم پر پیش کرو۔

کوشش عمل کے بعد خوفِ خدا کو لازم کر لو، لوگوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرو جس سے تمہارا دین سلامت رہے، اور اصلاً مداہنت سے بچو۔

لوگوں کے ساتھ اخلاقِ حسنہ سے پیش آؤ، جس چیز کا علم نہیں تو بغیر کسی شرم کے کہہ دو واللہ اعلم (اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) ایسے شخص کے سامنے اپنی کوئی بات نہ کرو جس کو اس سے دِل چسپی نہیں۔ بغض رکھنے والے شخص کے سامنے اپنے دین کی سخاوت نہ کرو، ان مشقتوں میں نہ پڑو جن کی طاقت نہیں رکھتے۔ اہانت پر آمادہ شخص کے سامنے اپنی ذات کو قابلِ عزت رکھو، خود کو رزائلِ اخلاق سے بچاؤ، صرف امانت دار سے معاملہ اخوت رکھو، اپنے راز لوگوں کے سامنے افشا مت کرو، کسی شخص کے ساتھ اس کی حالت سے تجاوز نہ کرو، اور نہ اس سے ایسے علم سے مخاطب ہو جس کی استطاعت اس کی عقل میں نہیں۔ جس معاملہ کی طرف تمہیں نہ بلایا جائے اس میں دخل مت دو، مجالسِ علما کی تکریم کرو اور حکما کی قدر و منزلت پہچانو۔

احسان کرنے والے کے لیے دُعا کرنا (ہرگز) ترک نہ کرو، جاہلوں سے بچو، بے وقوفوں سے بردباری کرو، اپنے معاملہ میں ان سے مشاورت کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، مظلوم بھائی کی مدد کرو، اگر ظالم ہو تو اسے حق کی طرف پھیرو، اس کا

حق اسے دے دو اور اپنے حق کا مطالبہ نہ کرو، مقروض کو آسانی دو اور یتیموں اور بیواؤں سے نرمی کا معاملہ کرو، فقرا میں سے صابرین کو تکریم دو، اور اغنیا میں سے مصیبت زدوں پر رحم کرو، نعمت پر کسی سے حسد نہ کرو اور نہ کسی کی غیبت کرو۔

خوف محاسبہ کے پیش نظر اپنے نفس پر سوئے ظن (بدگمانی) کا دروازہ بند کرلو، اچھی تاویل کے ذریعے حسنِ ظن (خوش گمانی) کا دروازہ کھول لو۔

ناامیدی (سے بچتے ہوئے) لالچ کا دروازہ بند کردو، قناعت کے ذریعے غنا کا دروازہ کھول لو: ''اضافت مکارہ '' سے ذکر خدا کو پاک کرو۔

اپنے اوقات (سے کچھ) حاصل کرو اور ہر گزرنے والے دن اور رات کی (قدر) پہچانو، (یعنی وقت ضائع نہ کرو)۔

ہر وقت تجدید توبہ کرتے رہو، اپنی عمر کے تین حصے کرو، ایک حصہ علم کے لیے، ایک عمل کے لیے اور ایک حقوقِ نفس اور دیگر لازمی حقوق کے لیے، ماضی سے عبرت حاصل کرو، ان دو گروہوں کے بارے تفکر کرو جن میں سے ایک تو رضائے خدا کے سبب جنت کا مستحق ہوگا جب کہ دوسرا خدا کی ناراضی کی وجہ سے جہنم جائے گا، قربِ خدا کی معرفت حاصل کرو اور کراماً کاتبین کی تکریم کرو، خدا کی نعمتوں کو فہم وفراست سے استعمال کرو اور ان پر خدا کا شکر اور اس کی تعریف وثنا کرو۔

بارگاہِ خدا میں اپنے مقام کو دیکھ کر فریبِ نفس سے بچو، از روئے حقارت لوگوں کے حق کو حقیر نہ جانو کہ یہ زہرِ قاتل ہے، لوگوں کی ناراضی کی وجہ سے ان کی نظروں میں گر جانے کے خوف سے بچو، اور فقر واحتیاج کے (خوف سے بھی) کہ موت تو قریب ہی ہے اور جہاں تک ممکن ہو اپنے اعمالِ صالحہ کو پوشیدہ رکھو۔

(کوئی) مشورہ طلب کرے (تو اس کی بھلائی کی خاطر) اپنی پوری کوشش لگا دو، اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرو تو عزم صمیم سے کرو اور اس کی خوش نودی کے لیے قطع تعلق کرو تو حزم واحتیاط سے کرو، دوستی متقی عالم سے کرو اور مجالست صرف صاحبِ بصیرت عقل مند سے کرو، جو آئمہ تم سے پہلے گزر چکے ان کے مقتدی بن جاؤ اور جو لوگ تمہارے بعد ہیں ان کے معلم بن جاؤ، متقیوں کے لیے امام اور طالبانِ ہدایت کے لیے جائے پناہ بن جاؤ۔ کسی سے شکایت کا اظہار نہ کرو اور نہ دین کے بدلے دُنیا کھاؤ، اپنے لیے عزلت نشینی کا حصہ بھی رکھو، کسی سے ماسوائے حلال کے کچھ نہ لو، اور اسراف سے بچو، دُنیا سے بہ قدرِ ضرورت روزی پر ہی قناعت کرو، باغاتِ علم سے ادب (کی خیرات ضرور) حاصل کرو، انس ومحبت کو مقامات خلوت میں حیا کو قبائلِ نفس میں، کیفیتِ اعتبار کو تفکر کی وادیوں میں اور حکمت کو خوف کے باغات (میں ڈھونڈو) اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کے باوجود اس کے متواتر احسانات کو، ذکرِ خدا سے اعراض برتنے کے باوجود اس کی بردباری کو، قلت حیا کے باوجود اپنے گناہوں کی پردہ پوشی (جیسے انعامات) کی معرفت حاصل کرو، اپنی محتاجی کو اور اس کی شانِ استغنا کو بھی پیش نظر

رکھو۔

محاسبۂ نفس ذریعۂ نجات

کہاں ہیں معرفتِ خدا رکھنے والے؟ کہاں ہیں گناہوں کے سبب اس سے خائف ہونے والے؟ کہاں ہیں قُربِ خدا ملنے پر خوش رہنے والے؟ کہاں ہیں ذکرِ خدا میں مشغول رہنے والے؟ کہاں ہیں اس کی دوری سے ڈرنے والے؟

اے فریب میں مبتلا! مغفرت تو انھی لوگوں کا حصہ ہے۔ کیا تجھے اس جلیل و برتر ذات نے نہیں دیکھا ہوگا جب کہ تو نے گناہوں کا پردہ پھاڑ ڈالا (یقیناً دیکھا ہوگا)

اے میرے بھائی! اس بات کو بھی یاد رکھ کہ گناہوں سے غفلت جنم لیتی ہے اور غفلت سے دل سخت ہوتا ہے اور قساوتِ قلب خدا سے دوری کا باعث ہے اور خدا سے دوری جہنم تک لے جاتی ہے، ان باتوں میں غور تو زندہ ہی کرتے ہیں جب کہ مردے تو محبت دنیا ہی میں مرجاتے ہیں،

یہ بھی جان لے کہ:

جس طرح اندھے کو دِن کی روشنی کا کوئی فائدہ نہیں اسی طرح نورِ علم کی ضیا پاشیاں سوائے متقی کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتیں، اور جس طرح مردے کو دوا سے کوئی نفع نہیں مل سکتا۔ اسی طرح محض مدعیانِ (ادب) کے لیے ادب مفید نہیں۔ اور جس طرح شدید بارش سے چٹان پر کچھ نہیں اُگ سکتا۔ اسی طرح محبِّ دنیا کے قلب میں حکمت ثمر بار نہیں ہوسکتی، جو خواہشِ نفس کا پیرو ہوا اس کا ادب کم ہوجاتا ہے، جو علم کی راہنمائی کی مخالفت کرے (یعنی اپنے علم پر عمل نہ کرے) اس کی جہالت میں ہی اضافہ ہوتا ہے، جسے خود کوئی دوا نفع نہ دے وہ دوسروں کا کیا علاج کرے گا؟

یہ بھی جان لے کہ سب سے زیادہ راحت میں رہنے والے وہی ہیں جو دُنیا سے زہد اختیار کرتے ہیں جب کہ سب سے زیادہ تھکن میں مبتلا ہونے والے وہ قلوب ہیں جو کثرت سے دُنیا کا اہتمام کرتے ہیں۔

حصولِ زہد کے لیے سب سے مددگار وصف ''امیدوں کو کم'' کرنا ہے، جب کہ اہلِ معرفت کے حالات سے قربت عطا کرنے والا عمل ذکرِ خدا پر قائم رہنا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا'' [1]

بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

اس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھ کہ:

ماسوائے سچائی کے قریب ترین کوئی راستہ نہیں، علم کے علاوہ کوئی دلیل کامیاب ترین نہیں اور نہ تقویٰ سے زیادہ

کوئی زادِ سفر ہے، وساوس کو مٹانے والی چیز میں نے فضول کاموں کو ترک کرنے سے بہتر کوئی نہ دیکھی، سلامتِ صدر سے زیادہ نورِ قلب پانے کا کوئی ذریعہ نہیں، میں نے بندۂ مومن کی تکریم کو تقویٰ میں، حلم کو صبر میں، عقل کو حسن وجمال (کردار) میں، موّدت کو عفو ودرگذر میں اور شرافت کو عجز وانکساری اور نرمی میں پایا۔

یہ بھی یاد رکھ کہ تب بھی بربادی جب خدا بندے کے لیے ''فقر'' کو پسندیدہ جانے اور بندہ غنا و مال کو محبوب رکھے اور تب بھی بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے جب خدا بندے کے لیے ''غنا'' کا ارادہ کرے اور بندہ فقر کو محبوب جانے اور یہ تمام قلت معرفت کے سبب شکر خدا سے دوری اور کمی علم کی وجہ سے تضیع وقت ہے۔

ا۔ سورۃ النساء:ا۔

نہ تو غنی کے ایمان کی اصلاح فقر سے ہوسکتی ہے اور نہ ہی فقیر کے ایمان کی درستی مال سے ممکن ہے جس طرح کہ خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّ مِنْ عِبَادِیْ مَنْ لَا یُصْلِحُ اِیْمَانَهُ اِلَّا لْفَقرُ، وَلَوْ اَغْنَیْتُهٗ لَا فَسَدَهٗ ذالِکَ وَاِنَّ مِنْ عِبَادِیْ مَنْ لَا یُصْلِحُ اِیْمَانَهٗ اِلا الغنی، وَلَوْ افقرته لَا فَسَدَهٗ ذٰلِکَ'' [1]

''میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ محض فقر ہی ان کے ایمان کو درست رکھ سکتا ہے، اگر میں انھیں مالدار کروں تو یہ ان کے (ایمان کے لیے) باعثِ فساد ہوگا جب کہ بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے ایمان کو صرف مال ہی درست رکھ سکتا ہے اور اگر انھیں محتاج کروں تو یہ ان کے ایمان کو بگاڑ دے گا''

اسی طرح صحت و بیماری میں ہے۔ پس جسے معرفتِ خدا نصیب ہو جاتی ہے تو وہ اس پر اتہام والزام سے بچتا ہے اور جسے بارگاہِ خدا سے فہم وفراست کی دولت نصیب ہوتی ہے تو وہ اس کی قضا پر راضی رہتا ہے اور اہل علم کے لیے تو محض یہ آیت ہی کافی ہے:

''وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَ یَخْتَارُ مَا کَانَ لَهُمُ الْخَیَرَةُ'' [2]

ترجمہ: تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے (جو چاہے) انکا کچھ اختیار نہیں۔

ا۔ یہ حدیثِ قدسی کا ایک حصہ ہے جس کو مجموعۂ رسائل ابن ابی الدنیا میں بھی روایت کیا گیا۔

۲۔ سورۃ القصص: ۶۸۔

جاہلوں کی عادات اور گناہ گاروں کی صحبت سے بچو، (نیز) متکبرین کے (کھوکھلے) دعووں، مبتلائے فریب لوگوں کی امیدوں اور مایوس ہو جانے والوں کی مایوسی (سے بھی دور رہو)۔

قربتِ خدا کا راستہ

عاملِ حق، واثق باللہ، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہو جاؤ، جس نے اللہ کے لیے صدق کو اختیار کیا، تو اللہ پاک نے اس کی خیر خواہی کی اور جو غیر کے لیے خود کو مزین کرے تو رب نے اسے ذلیل کیا، جس نے خدا پر توکل کیا وہ اس کے لیے کافی ہوا، اور جو غیر سے تعلق جوڑے تو اس نے خدا کو ناراض کیا اور جو خدا سے خائف ہوا تو رب نے اسے امن و سلامتی دی، شکر کرنے والے کو اس نے مزید عطا کیا، اطاعت کرنے والے کو عزت و اکرام سے نوازا اور جس نے اسے ترجیح دی تو اللہ پاک نے اسے محبوب بنالیا۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ عقل والا معاملہ کرنے، اتباعِ خواہش نفس، ترکِ حق، اختیارِ باطل اور عدم توبہ کے ساتھ خواہشِ مغفرت (جیسے امور) سے بچو۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ایسے علم و عمل سے راضی ہوتا ہے جس کی جڑیں یقین کے ساتھ پیوست، شاخیں سچائی کے ساتھ بلند اور ورع کے ساتھ ثمر بار ہوں، دلیل و برہان ڈر اور حجابِ خشیت کے ساتھ قائم ہوں، نفس کی کمزوری پر راضی نہ ہونا کیوں کہ تفریط (عمل میں کمی) میں کوئی عذر قابلِ قبول نہیں اور نہ کوئی خدا سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ انسان کی سعادت مندی بارگاہِ خدا کے معاملہ میں حسن نیت اور اس کے پسندیدہ امور کی توفیق سے ہے اور جس کے ساتھ رب ارادۂ خیر فرماتا ہے تو اسے عقل سے نواز کر محبتِ علم سے اس کے دِل کو بساتا ہے۔ اسے اللہ پاک کیفیتِ خوف عطا فرماتا ہے اور اسے دولتِ قناعت سے غنی کرتا اور نرمی کا معاملہ فرماتا ہے اور اسے (وہ وصف عطا کرتا ہے کہ) وہ اپنے عیوب کو ہی دیکھنے والا بن جاتا ہے (نہ کہ دوسروں کے عیبوں کو دیکھنے والا) خدا تجھے آغوشِ رحمت عطا فرمائے

احوال ومقاماتِ صوفیہ

جان لے کہ ہر حال کی اصل صدق اور اخلاص ہے، صدق سے صبر و قناعت، زہد و رضا اور انس و محبت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور اصل اخلاص سے یقین و خوف، محبت و عظمت اور حیا و تعظیم کی شاخیں نکلتی ہیں، یہ تمام مقامات ہی وہ مواطن ہیں جن سے کسی مومن کے حال کا ادراک ہوتا ہے۔ جب کہا جاتا ہے (کسی مومن کے بارے) کہ وہ خائفِ خدا ہے تو اس میں امید بھی ہے، اور جب عاصی کہا جائے تو اس میں خوف بھی ہے، صابر کہا جائے تو اس میں رضا بھی ہے، محبّ کہا جائے تو اس میں حیا بھی ہے۔ یہ ہر حال قوت وضعف کا اعتبار بندۂ مومن کی کیفیتِ ایمان اور معرفت کے لحاظ سے کیا جاتا ہے، احوالِ مذکورہ میں سے ہر اصل کی تین علامات ہیں جن سے اس حال کی معرفت ہوتی ہے۔

تکمیلِ صدق کا ذریعہ

یہ ہر حال صدق کی تکمیل حسب ذیل تین سے ہے:

☆ ایمان کے باب میں صدقِ قلب ہو۔

☆ اعمال کے معاملہ میں صدق نیت ہو۔

اور

☆ کلام میں صدقِ لفظ ہو۔

تکمیلِ صبر کا وسیلہ

صبر بھی تین کے بغیر کامل نہیں ہوتا۔

☆ خدا کی حرام کردہ چیزوں سے صبر (رُک جانا)۔

☆ حکم خداوندی کی اتباع پر صبر (کہ بجا آوری کرنا)۔

☆ بارگاہِ خدا سے امید اجر پر مصائب پر صبر کرنا۔

تکمیلِ قناعت کا طریقہ

قناعت ان تین سے مکمل ہوگی۔

☆ وجودِ غذا کے باوجود اس میں قلت وکمی کرنا۔

☆ عدمِ اسباب یا قلتِ اسباب کے باوجود اظہار فقروفاقہ سے بچنا۔

☆ فقروفاقہ کے ہوتے ہوئے بھی عبادات سے سکون وطمانیت حاصل کرنا۔

قناعت کا اول بھی ہے اور آخر بھی، اول تو یہ ہے کہ باوجود وسعت وفراوانی کے ترک فضول ہو، اور آخر یہ ہے کہ اسباب کے نہ ہونے کے باوجود دولتِ غنی سے سرشار رہنا، یہی وجہ ہے کہ بعضوں نے قناعت کو رضا پر برتری دی تو انھوں نے یہ بات ''قناعت تمام'' کے ارادہ کے ساتھ کی، کیوں کہ رضائے الٰہی پر راضی شخص منع وعطا سے تعرض نہیں کرتا، بہ ہر حال قانع، رضائے خدا کی وجہ سے غنی ہے جو کہ زیادہ کی خواہش نہیں رکھتا۔

مرتبہ زُہد کا حصول

زُہد تین اشیا میں ہے: زاہد کو انھی کی بدولت زاہد کہا جاتا ہے۔

اِملاک کی ملکیت سے خود کو جدا کر لینا، تزکیۂ نفس رزقِ حلال سے کرنا۔ کثرت اوقات (یعنی عبادت) کی وجہ سے دُنیا کو بھول جانا (یعنی یادِ خدا یا دُنیا سے بے نیاز کر دے)۔

مزید تین اشیا اور بھی ہیں جن سے انسان وصفِ زُہد کا حامل بن سکتا ہے۔

محافظتِ نفس کو لازم کرنا اگرچہ حالات کے بدلنے (کا خدشہ ہو) مال ودولت کے مقامات سے الگ رہنا اور بہ وقتِ حاجت صرف معلوم (حلال) ہی اختیار کرنا۔

مقامِ اُنسیت

اُنس ومحبت تین اشیا میں ہے۔

اُنسیت علم اور خلوت میں ذکرِ خدا۔

اُنسیتِ یقین اور معرفت مع الخلوت (خلوت میں معرفتِ ربانی)۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے اُنس ومحبت سے!

مقامِ رضا

جب کہ

رضا، نفس توکل، نظامِ محبت اور روحِ یقین (سے عبارت رہے)

حضرت ایوب سختیانی اور حضرت فضل بن عیاض کے حوالے سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رضا تو توکل ہی کا نام ہے۔

اوصافِ علم سے (معلوم ہو چکا) کہ یہ تمام شعبے ''صدق'' کے ہیں، حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ'' جب صادق کا صدق کامل ہوتا ہے تو وہ اپنے مال واسباب کا مالک نہیں رہتا۔''

مرتبۂ اخلاص کا حصول:

بہ ہر حال جہاں تک تعلق ہے شعبہ اخلاص کا تو مخلص اس وقت تک (حقیقی) مخلص نہیں بن سکتا جب تک اللہ پاک کو اشباہ وانداد اور ازواج واولاد سے پاک اور منزہ نہ سمجھے۔

پھر اقامتِ توحید کے ساتھ (معرفتِ) خدا کا ارادہ کرنا اور فرائض ونوافل میں اپنی تمام ہمتوں کو صرف اسی کے لیے مجتمع کرنا ہے۔

یقینِ کامل تک رسائی

یقین کی درستی تین اشیا میں ہے:

واثق باللہ ہو کر سکونِ قلب پانا، حکمِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا، لامتناہی علم خدا کے سبب اس سے خائف رہنا۔

یقین بھی اول وآخر رکھتا ہے، اس کا اول تو طمانیت ہے جب کہ آخر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہر کام کے لیے کافی جاننا، ارشادِ خداوندی ہے:

''يَآ اَيُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ'' ۱؎

ترجمہ: ''اے نبی آپ کے لیے آپ کا رب اور آپ کے اتباع کرنے والے مومنین ہی کافی ہیں۔''

یہاں ''حسب'' سے مراد کافی ہے اور مکتفی سے مراد وہ شخص رضائے خداوندی پر راضی رہے اور ہمارے قول ''آخر الیقین'' کا تعلق مقام ایمان میں اوصافِ عبد کے وجود سے ہے نا کہ اس کا تعلق علم سے ہے کیوں کہ خلقِ خدا میں اس تک کسی کی رسائی نہیں۔

جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لَنْ یَبْلُغَ اَحَد'' مِنَ اللّٰہِ کُنْھَا : قَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! اِنَّا بَلَغْنَا اَنَّ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَام کَانَ یَمْشِیْ عَلَی الْمَاءِ؟ قال : لَو ازْدَادَ یَقِیْنًا وَخَوْفاً لَمَشٰی فِی الھوا'' ۲

۱۔ سورۃ الانفال:۶۴۔

۲۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ کی تحقیق کے مطابق یہ روایت موضوع ہے اور اس کی اسناد باطل ہیں، حافظ عراقی اس کی تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مشہور ہے کہ یہ ابن ابی الدنیا کی کتاب الیقین میں بیان کردہ بکر بن عبداللہ مزنی کا قول ہے، عراقی کہتے ہیں کہ حواریوں نے اپنے نبی علیہ السلام کی ملاقات کے لیے سمندر کی طرف چلے، تو انھوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ پانی پر چلتے ہوئے آ رہے ہیں، پھر حدیث ذکر کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اگر ابنِ آدم کا یقین بال برابر بھی ہو تو وہ پانی پر چلنا شروع کر دے''۔

کوئی حقیقتِ خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پانی پر چلتے تھے؟

اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''اگر ان کا یقین اور خوف مزید ترقی پاتا تو وہ ہوا میں چلتے۔''

یقین کے بعد خوف کا مرحلہ آتا ہے، کیا آپ نے کبھی بغیر یقین کے کسی خائف کو دیکھا؟ (یعنی خائف تو ہو لیکن یقین نہ ہو، یہ ممکن نہیں)۔

خوف وخشیّت کا تقاضا

خوف تین اشیا میں ہے:

خوفِ ایمان، اس کی علامت گناہ وعصیان سے مفارقت اختیار کرنا ہے اور یہ ''خوف مریدین'' کہلاتا ہے۔

(دوسرا) خوف السلف، اس کی علامت خوفِ خدا اور ورع و پرہیزگاری اختیار کرنا اور یہ خوف علا ہے جب کہ

(تیسرا) خوف، خوف الفوت ہے، اس کی علامت اللہ رب العزت کے اجلال و ہیبت کے ہوتے ہوئے اس کی رضا کی طلب میں جہدِ مسلسل کرنا اور یہ خوف صدیقین کہلاتا ہے۔

جب کہ چوتھے مقام خوف کو اللہ پاک نے انبیا اور ملائکہ کے لیے مخصوص کر دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خوف ہے حالاں کہ انبیاء ملائکہ کو بارگاہِ خدا کی طرف سے پرواہ امن مل چکا مگر ان کا عظمت وجلالت خدا کے پیش نظر خائف

رہنا بھی عبادت ہے۔

تصورِ محبت کی تفہیم

محبت تین اشیا میں ہوتی ہے۔ ماسوا ان کے کسی کو محبِّ خدا کہنا روا نہیں۔

اہلِ ایمان سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا، اس کی علامت یہ ہے کہ ان کو ایذا رسانی سے رُک جانا اور ان کے منفعت اور فائدہ پہنچانے کی سعی کرنا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کے لیے محبت کرنا، اس کی علامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہے، اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" [1]

ترجمہ: "فرما دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو خدا تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔"

اور محبتِ خدا معصیت پر اطاعت کو ترجیح دینے میں (پنہاں) ہے، اور کہا جاتا ہے "نعمت کو یاد کرنا محبت کو بڑھاتا ہے۔"

محبت کے لیے بھی اول و آخر ہے، اس کا اول (یہ ہے) اللہ تعالیٰ سے انعامات و احسانات کی وجہ سے محبت کرنا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جبلی طور پر قلوب ان کی محبت سے ضرور سرشار ہوتے ہیں جو ان سے حسن و خوبی سے پیش آتے ہیں: محبت کا اعلیٰ و ارفع درجہ اللہ تعالیٰ کی واجب الوجود ذات سے کرنا ہے۔

حضرت علی بن فضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

۱۔ سورۃ آلِ عمران: ۳۱۔

بے شک اللہ تعالیٰ سے محبت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ "اللہ" ہے، کسی شخص نے حضرت طاؤس سے نصیحت کی گذارش کی تو فرمایا: میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے بڑھ کر تجھے کسی سے محبت نہ ہو اور نہ خوفِ خدا سے زیادہ کسی کا خوف ہو اور پھر ایسی امید خدا سے رکھو جو تمہارے اور اس خوف کے مابین حائل ہو جائے لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنی ذات کے لیے کرتے ہو، اب جاؤ کیوں کہ میں نے تمہارے سامنے تورات و انجیل اور زبور و فرقان کا جمیع علم اکٹھا کر دیا، بزرگی و تعظیم حیا کے بہ منزلہ ایسے ہے جیسے جسم کے لیے سر، ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی کوئی مستغنی نہیں ہو سکتا، جب کوئی بندہ رب سے حیا کرتا ہے تو وہ (لازماً) تعظیم کو بھی اپنائے گا۔ افضل حیا اللہ عزوجل کے لیے مراقبہ کرنا ہے۔

مراقبہ کا حصول

بہ ہر حال مراقبہ تین اشیا میں ہے:

☆ عمل کے ساتھ اطاعت کی صورت میں مراقبہ۔

☆ ترک معصیت کرنے کی صورت میں مراقبہ۔

☆ خواطر اور تفکرات میں مراقبہ۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَعْبُدُاللّٰہ کَاَنَّکَ تَرَاہ، فِاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ''

اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر (یاد رکھو) وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے

اللہ تعالیٰ کے لیے مراقبہ قلبی، انسانی بدن کے لیے قیامِ لیل، صیام النہار اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے سے بھی زیادہ تھکا دینے والا کام ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے برتن ہیں، ان برتنوں میں سے قلوب بھی ہیں، وہ اور ان میں سے صرف صاف، سخت اور نرم قلوب ہی شرفِ قبولیت پاتے ہیں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ قلب کو صاف رکھے اللہ عزوجل کے لیے مشاہدہ صدق و اشفاق اور اتباعِ امر و نہی کی غرض سے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تاکہ قول و عمل اور نیت سے ان کی شریعت کو قبول کر سکے۔

مومنین کے لیے تاکہ ان کو ایذا رسانی کے بجائے نفع پہنچا پائے۔

اور قول علی رضی اللہ عنہ میں مذکور لفظ صلب (سختی) سے مراد یہ ہے کہ دل کو نفاذ حدود اللہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے معاملہ میں سخت رکھے جب کہ لفظ ''رق'' (کا جہاں تک تعلق ہے) تو رقت کے دو مفہوم ہیں:

☆ رونے سے رقت طاری ہونا۔

☆ رحمت و رافت سے رقت پیدا ہونا۔

''و باللہ التوفیق، وھو حسبنا و نعم الوکیل''

☆☆☆☆

''بسم اللہ'' ہر اچھائی اور بھلائی کی بنیاد

بدیع الزمان سعید نورسیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''بسم اللہ ''(۱) ہر اچھائی اور بھلائی کی بنیاد اور ہر اہم کام کا سرِ آغاز ہے، اس لیے ہم بھی آغاز اسی کے ساتھ کرتے ہیں۔

اے میرے نفس! تمہیں اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ یہ پاکیزہ اور مبارک لفظ جس طرح اسلام کا ایک شعار ہے، اسی طرح یہ وہ برگزیدہ کلمہ ہے جس کا ذکر تمام موجودات زبانِ حال سے کر رہی ہیں۔

پس اے عزیز من! اگر تیری یہ خواہش ہے کہ تجھے اس میں پائے جانے والی اس دائمی اور عظیم الشان قوت اور نہ ختم ہونے والی وسیع و عریض برکات کا ادراک ہو جائے تو اس چھوٹی سی تمثیلی کہانی کو غور سے سنو:

ایک بدوی جس کا صحرا میں پھرنا پھرانا اور آنا جانا رہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی قبیلے کے سردار کے ساتھ راہ و رسم رکھے اور اس کی حمایت اور حفاظت میں رہے، تا کہ لٹیروں کی دستبرد سے محفوظ رہ کر اپنے کام سرانجام دے سکے اور اپنی حاجات وضروریات کی تکمیل کر سکے، بصورت دیگر وہ بے شمار دشمنوں کے سامنے تنہا، حیرت زدہ، بے چین اور پریشان حال رہ جائے گا؛ کیونکہ اُس کی حاجات وضروریات جو کہ بے حد وحساب ہیں، اِس طرح کی بے پروائی سے پوری نہیں ہو پائیں گی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دو آدمی اس قسم کی سیاحت کے لیے گھر سے نکلے، ان میں سے ایک آدمی عاجز اور متواضع اور دوسرا خودسر اور مغرور تھا، عاجز اور متواضع آدمی اپنا تعلق ایک سردار کے ساتھ جوڑ کر اس کی ماتحتی میں آ گیا اور اس کا پیروکار بن گیا۔ جبکہ مغرور آدمی نے کسی کے ساتھ اس قسم کا تعلق جوڑنے سے انکار کر دیا...... سردار کے ساتھ تعلق رکھنے والا آدمی جس خیمے میں جاتا سردار کی تعلق داری کی وجہ سے ہر کوئی اس کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آتا، اور اگر راستے میں اسے کوئی لٹیرا مل جاتا تو وہ اسے کہتا: ''میں یہاں علاقے کے سردار کا آدمی ہوں اور اُسی کے تعارف اور مہربانی سے یہاں گھوم پھر رہا ہوں۔۔۔'' اس پر وہ لٹیرا اس کا راستہ چھوڑ دیتا، جبکہ خودسر اور مغرور آدمی کو اس قدر مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا کہ جو بیان سے باہر ہیں؛ کیونکہ وہ اپنے تمام سفر میں مستقل خوف وہراس اور مسلسل خطرات سے دوچار رہا، اور یوں اس نے اپنے آپ کو خود ہی ذلیل کر لیا۔

پس اے میرے مغرور نفس!

یاد رکھو: کہ تم ہی وہ سیر وگردش کرنے والے بدوی ہو، اور یہ وسیع وعریض دنیا وہ صحرا ہے جس میں تم گھوم پھر رہے ہو۔

تمہارے ''فقر و عجز'' کی کوئی حد نہیں ہے، اسی طرح تمہارے دشمنوں کی اور تمہاری حاجات وضروریات کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ تو حالت جب یہ ہے، تو پھر اس صحرا کے حقیقی مالک اور ابدی حاکم کی پناہ میں آجاؤ، اس طرح تم دنیا کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور مصائب وحادثات کے سامنے خوف وخطر کی ذلت سے بچے رہو گے۔

جی ہاں! یہ پاکیزہ کلمہ: ''بسم اللہ'' اتنا بڑا خزانہ ہے جو کبھی فنا نہیں ہوگا، اس پاکیزہ کلمے کے ذریعے تمہارا ''عجز'' کائنات سے بھی وسیع اور بے پایاں رحمت کے ساتھ منسلک ہو جائے گا، اور اس کی برکت سے تمہارا ''فقر'' اور تمہاری درماندگی اس عظیم اور بے پایاں قدرت کے ساتھ منسلک ہو جائے گی جس نے ذرات سے لے کر کہکشاؤں تک تمام کائنات کو سنبھالا ہوا ہے، حتیٰ کہ تمہارا ''عجز'' اور تمہارا ''فقر'' دونوں اس ربِّ رحیم وذُوالجلال والاکرام کے حضور تمہارے سفارشی بن جائیں گے۔ اور اِن کی سفارش قبول بھی ہوگی۔

بے شک جو شخص ''بسم اللہ'' کے ساتھ حرکت کرتا ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص فوج میں بھرتی ہو جائے، اب وہ گورنمنٹ کے نام سے ہر قسم کا تصرف کرتا ہے اور کسی سے خوف نہیں کھاتا ہے، وہ ''قانون'' اور حکومت کا ترجمان بن جاتا ہے، اس طرح وہ اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتا ہے اور ہر چیز کے سامنے ثابت قدم رہتا ہے۔

ہم نے ابتدا میں ذکر کیا ہے کہ تمام موجودات اپنی زبانِ حال سے اللہ کے نام کا ورد کر رہی ہیں، یعنی وہ ''بسم اللہ'' کہہ رہی ہیں۔۔۔ کیا واقعتا ایسے ہی ہے؟ جی ہاں! ایسے ہی ہے، اگر آپ دیکھیں کہ ایک آدمی تمام لوگوں کو ہانکتا ہوا ایک جگہ پر اکٹھا کر رہا ہے اور انہیں مختلف کام کرنے پر مجبور کر رہا ہے، تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ یہ شخص اپنی ذات کی ترجمانی نہیں کر رہا ہے اور لوگوں کو اپنے نام، طاقت اور قوت کے بل بوتے پر اس طرح نہیں ہانک رہا ہے بلکہ وہ یہ سب کچھ حکومت کے نام سے کر رہا ہے اور اس کی پشت پر حکمران کا ہاتھ ہے۔ موجودات کا بھی یہی حال ہے کہ ہر چیز اپنی ڈیوٹی ''بسم اللہ'' یعنی اللہ کے نام کی طاقت کے ساتھ سرانجام دے رہی ہے۔ انتہائی چھوٹے چھوٹے بیج اپنے سروں پر قد آور درخت اور بھاری بھرکم بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں، یعنی ہر درخت کہہ رہا ہے: ''بسم اللہ''، اور رحمتِ الٰہی کے خزانے سے اپنے ہاتھ پھلوں سے بھر بھر کر ہمیں دے رہا ہے...... اور ہر باغ کہتا ہے: ''بسم اللہ''، اور قدرتِ الٰہیہ کا ایک ایسا باورچی خانہ بن جاتا ہے جس میں انواع واقسام کے کھانے پکتے ہیں۔ ہر بابرکت اور نفع بخش جانور ــــــ جیسے اونٹنی، بکری اور گائے وغیرہ ــــــ کہتا ہے: ''بسم اللہ''، تو وہ میٹھے اور لذیذ دودھ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا چشمہ بن جاتا ہے اور اس طرح وہ ہمیں اس رزق دینے والے خدا (الرّزاق) کے نام کی برکت سے آبِ حیات کی طرح لطیف، پاکیزہ، خوشگوار اور غذائیت سے بھرپور دودھ مہیا کرتا ہے۔۔۔ ہر نبات اور جڑی بوٹی کی جڑیں کہتی ہیں: ''بسم اللہ''، تو اس نام کی برکت سے اپنی نرم ونازک، کومل کومل اور ریشمیں شاخوں سے بڑی بڑی مضبوط چٹانیں چیر کر، اور ان میں سوراخ ڈال کر باہر آجاتی ہیں، اور ''اللّٰــــــہ'' اور ''الرّحمان'' کے نام سے ان کے سامنے ہر سخت چیز نرم اور ہر مشکل مرحلہ آسان ہو جاتا ہے۔

جی ہاں! بے شک جڑوں کا سخت چٹانوں میں ایسے ہی سہولت کے ساتھ منتشر ہو جانا اور مٹی کی تاریکیوں میں ان کا غذا کو ذخیرہ کر لینا جیسے کہ شاخیں اور ٹہنیاں ہوا میں پھیل جاتی ہیں۔۔۔اسی طرح سبز پتوں کا گرمی کی شدت اور اس کی لُو کو برداشت کرتے ہوئے تر و تازہ رہنا۔۔۔یہ سب کچھ اور اس طرح کے دوسرے بے شمار حقائق مادہ پرست اور اسباب کے غلاموں کے منہ پر زوردار طمانچہ مارتے ہیں اور تم اندھے ہو جاؤ کہتے ہوئے ان کی آنکھوں میں انگلیاں ٹھونستے ہیں اور ان سے کہتے ہیں: جس سختی اور حرارت پر تم نازاں ہو وہ از خود عمل نہیں کرتی ہے بلکہ اپنی ڈیوٹی ایک ہی حکم دینے والی ذات کے حکم سے ادا کرتی ہے، وہ ذات باریک، لطیف اور نرم و نازک ریشوں کو اس طرح بنا دیتی ہے کہ گویا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہے جو اپنے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کرتی ہوئی چٹانوں کو شق کرتی چلی جاتی ہے اور ﴿فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ﴾ (۱) والے امر الٰہی کو عملی جامہ پہناتی چلی جاتی ہے۔اور ان باریک، لطیف اور نرم و نازک پتوں کو اس طرح بنا دیتی ہے کہ گویا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے جسم کے اعضاء ہیں جو آگ کے شعلوں کے سامنے ﴿يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا......﴾ (۲) پڑھ رہے ہیں۔

تو جب کائنات کی ہر چیز روحانی طور پر ''بسم الله'' پڑھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اللہ کے نام سے حاصل کر کے ہمیں پیش کرتی ہے، تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اسی طرح ''بسم اللہ'' یعنی اللہ کے نام کے ساتھ کہیں، اللہ کے نام کے ساتھ دیں اور اللہ کے نام کے ساتھ لیں۔اور پھر ہمیں یہ بھی چاہیے کہ ہم ان غافلوں کے ہاتھوں کو پیچھے دھکیل دیں۔جو اللہ کے نام پر نہیں دیتے ہیں۔

سوال: ہم اس آدمی کے لیے احترام اور توقیر کا اظہار کرتے ہیں جو ہمارے لیے کسی ایک نعمت کا سبب بنتا ہے، تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ جو یہ سب نعمتیں ہمیں عطا کر رہا ہے اور ان کا حقیقی مالک ہے، وہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟

جواب: وہ منعمِ حقیقی ہم سے ان بیش بہا نعمتوں کی قیمت کے طور پر تین چیزیں طلب کرتا ہے:

(۱) ذکر (۲) شکر (۳) فکر

پس ''بسم اللہ'' ابتدا کے لحاظ سے ذکر ہے اور ''الحمد للہ'' انتہا کے لحاظ سے ''شکر'' ہے، اور جو چیز ان دونوں کے درمیان میں ہے وہ ''فکر'' ہے، یعنی ان انوکھی نعمتوں کے بارے میں غور و فکر کرنا اور اس بات کا ادراک کرنا کہ یہ نعمتیں اس ذات کا معجزہ اور اس کی بے پایاں رحمت کے تحفے ہیں جو أحد اور صمد یعنی یگانہ، یکتا اور بے نیاز ہے۔۔۔بس اس سوچ کا نام ہی ''فکر'' ہے

تو کیا وہ آدمی جو اس سپاہی کے قدم چومتا ہے جو ایک خادم کی حیثیت سے بادشاہ کی طرف سے اسے کوئی قیمتی تحفہ پیش کرتا ہے، کیا وہ آدمی بدترین حماقت اور معیوب قسم کی بیوقوفی کا مظاہرہ نہیں کر رہا ہے؟ اگر ایسا ہے ___ اور واقعتاً ایسا ہی ہے

___ تو پھر اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو ان مادی اسباب کی تعریف میں مگن رہے جو بظاہر اسے نعمتیں دے رہے ہیں؟ اور انہی اسباب کو حقیقی پیار محبت اور دلبستگی کا مرکز بنالے اور منعمِ حقیقی کو یکسر بھول ہی جائے؟ کیا یہ آدمی اس سپاہی سے ہزار گنا زیادہ بیوقوف نہیں ہے؟

پس اے میرے نفس! اگر تم اس احمق اور بیوقوف کی طرح نہیں ہونا چاہتے ہو تو پھر:

دو اللہ کے نام سے۔۔۔

لو اللہ کے نام سے۔۔۔

شروع کرو اللہ کے نام سے۔۔۔

کام سرانجام دو اللہ کے نام سے۔۔۔

☆☆☆☆☆

NIZAMIA DAR-UL-ISHA'AT KHANQAH-E-MO'ALLA
HAZRAT MOLANA MUHAMMAD ALI MAKHADI (R.A).
MAKHAD SHAREEF (ATTOCK)